147

مسلکِ اعتدال اور فہمِ سلف صالحین کا ترجمان

ماہنامہ

اشاعۃ الحدیث

حضرو لاہور

جلد: 14 | شعبان 1442ھ ۔ مارچ 2021ء | شمارہ: 3

بانی
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

''طالب علم اور عبادت گزار لوگوں کو ایسے وسوسے اور شبہات پیش آتے ہیں جو دوسرے لوگوں کو پیش نہیں آتے، کیونکہ دوسرے لوگ تو اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کی راہ پر چلتے ہی نہیں، بلکہ وہ تو اپنے رب سے غافل ہو کر خواہشات نفس کے پجاری بن چکے ہوتے ہیں اور یہی شیطان کو مطلوب و مقصود ہے، تاہم اس کے برعکس جو لوگ عبادت کے ساتھ اپنے رب تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں شیطان ان کا دشمن ہے اور وہ انہیں اللہ تعالیٰ سے دور لے جانا چاہتا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا﴾ ''بلاشبہ شیطان تمھارا دشمن ہے، لہٰذا تم اسے (دوست کے بجائے) دشمن ہی سمجھو۔'' [الایمان ص ۲۲۲]

مکتبۃ الحدیث

عبادت

فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: الٓرۚ كِتَٰبٌ أُحۡكِمَتۡ ءَايَٰتُهُۥ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِن لَّدُنۡ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾ الر۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی آیات مستحکم ہیں اور اللہ حکیم وخبیر کی طرف سے بالتفصیل بیان کردی گئی ہے۔ (وہ یہ) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور میں اس کی طرف سے تم کو ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں۔" [ھود:۱-۲]

یہ آیات محکمات اور اس مفہوم کی قرآن مجید کی دیگر تمام آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ صرف اللہ وحدہٗ کی اخلاص کے ساتھ عبادت واجب ہے اور یہی دین کی اصل اور ملت کی اساس ہے ان آیات سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنوں اور انسانوں کی تخلیق، انبیاء کی بعثت اور کتابوں کے نزول میں بھی یہی حکمت کارفرما ہے، لہٰذا تمام مکلفین پر یہ واجب ہے کہ وہ اس امر کی طرف کامل توجہ دیں اور اسے سمجھنے کی پوری پوری کوشش کریں اور آج نام کے مسلمان جن بہت سی باتوں میں مبتلا ہو چکے ہیں ان سے پرہیز کریں، مثلاً: انبیاء واولیاء کے بارے میں غلو سے کام لینا، ان کی قبروں پر عمارتیں، مسجدیں اور قبے بنانا، ان سے سوال کرنا اور مدد مانگنا، حاجات کو پورا کرنے کے لیے ان کی طرف رجوع کرنا، سوال کرنا پریشانیوں کے ازالہ، بیماریوں کے لیے شفا اور دشمنوں پر فتح ونصرت حاصل کرنے کے لیے ان کی طرف رجوع کرنا اور اس طرح اکے دیگر بے شمار امور ہیں جو شرک اکبر کی ایک قسمیں ہیں۔"

[مقالات وفتاویٰ ص:80، طبع دار السلام]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ

بانی

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

نضر الله امرءً اسمع منا حديثًا فحفظه حتى يبلغه

ماہنامہ اشاعۃ الحدیث

حضرو لاہور

جلد:14 | شعبان 1442 ـ مارچ 2021 | شمارہ:3

قیمت فی شمارہ: ______ 40 روپے

سالانہ: ______ 500 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

خط کتابت

مرکز القدس مین بازار اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور

0301-4112248

ناشر حافظ شیر محمد الاثری مقام اشاعت مکتبۃ الحدیث حضرو ضلع اٹک

اس شمارے میں

سنت کے سائے میں	حافظ فرحان الٰہی	3
توضیح الاحکام	ابوظفیر محمد ندیم ظہیر	6
فضل الاسلام للامام محمد بن عبدالوہاب	حافظ ثمامہ طاہر	8
خضر حیات بکھروی اور حدیث صحیح بخاری	ابوالقاسم نوید شوکت	13
بحر العلوم مولانا غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ	ابوعبداللہ عدنان الطاف	23



از قلم: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ   **ترجمہ:** حافظ فرحان الٰہی

سنت کے سائے میں

مجاہدین اور دنیا پرستوں کے درمیان فرق

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا حَسَنٌ ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : ((يُؤْتَى بِرَجُلٍ يومَ الْقِيَامَةِ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ اللّٰهُ: يَا ابْنَ آدَمَ، كَيْفَ وَجَدْتَ مَنْزِلَكَ ؟ فَيَقُولُ : أَيْ رَبِّ، خَيرَ مَنْزِلٍ. فَيَقُولُ لَهُ : سَلْ وَتَمَنَّهْ. فَيَقُولُ : مَا أَسْأَلُ وَأَتَمَنَّى إِلَّا أَنْ تَرُدَّنِي إِلَى الدُّنْيَا ، فَأُقْتَلَ. لِمَا رَأَى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ ، قَالَ : ثُمَّ يُؤْتَى بِرَجُلٍ مِنْ أَهْلِ النَّارِ ، فَيَقُولُ لَهُ : يَا ابْنَ آدَمَ ، كَيْفَ وَجَدْتَ مَنْزِلَكَ ؟ فَيَقُولُ : أَيْ رَبِّ، شَرَّ مَنْزِلٍ. فَيَقُولُ: أَتَفْتَدِي مِنْهُ بِطِلَاعِ الْأَرْضِ ذَهَبًا. فَيَقُولُ : نَعَمْ أَيْ رَبِّ. فَيَقُولُ : كَذَبْتَ، قَدْ سَأَلْتُكَ مَا هُوَ أَقَلُّ مِنْ ذَا فَلَمْ تَفْعَلْ. فَيُرَدُّ إِلَى النَّارِ .))

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن اہل جنت میں سے ایک آدمی لایا جائے گا، اللہ عزوجل اس سے فرمائے گا: اے ابن آدم! اپنا گھر کیسا پایا؟ وہ کہے گا: اے رب! بہترین گھر ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مانگ اور، تمنا کر، وہ کہے گا: میں کچھ مانگتا ہوں اور نہ تمنا کرتا ہوں، اِلّا یہ کہ آپ مجھے دنیا

میں واپس بھیج دیجیے، تاکہ مجھے دوبارہ قتل کیا جائے، کیونکہ شہادت کی فضیلت دیکھ چکا ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پھر جہنم والوں میں سے ایک آدمی لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! اپنا گھر کیسا لگا؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! بہت برا گھر ہے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو اس گھر سے بچنے کے لیے دنیا بھر سونا بطور فدیہ دینا چاہے گا؟ تو وہ کہے گا: اے میرے رب! جی ہاں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، میں نے تجھ سے بہت کم مانگا تھا، تو نے اتنا بھی نہیں کیا، پھر اسے جہنم میں واپس کر دیا جائے گا۔''

تخریج الحدیث:...... مسند أحمد(۳/ ۲۳۹)، ح: ۱۳۵۴۵، سنن النسائي، ح:۳۱٦۲ بتحقیقي، نیز مسند أحمد (۳/ ۲۰۷، ۱۳۱) مسند عبد بن حمید، (۱۳۲۹) میں حماد بن سلمہ کی اسی سند سے حدیث موجود ہے، اور یہ حدیث صحیح مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔اس سند میں ''حسن'' سے مراد حسن بن موسیٰ الاشیب ہے۔

فقہ الحدیث:

ا:......اس حدیث میں جہادِ فی سبیل اللہ اور دینِ حنیف کی سربلندی کے لیے لڑنے والے مجاہدین کی عظیم فضیلت کا تذکرہ ہے، کیوں کہ مجاہد قیامت کے روز بھی یہی تمنا کرے گا کہ دنیا میں واپس جائے اور اللہ کے راستے میں کفار سے لڑے۔

۲:...... دنیا دار الامتحان ہے، لہٰذا جو آدمی مر جائے یا قتل کر دیا جائے، وہ کسی صورت اس دنیا میں واپس لوٹ کر نہیں آ سکتا، سوائے اس کے جس کی تخصیص قرآن مجید اور صحیح احادیث میں موجود ہے۔

۳:...... دنیا اپنے تمام ساز وسامان کے ساتھ بھی جنت کی کسی ایک نعمت کے برابر نہیں ہوسکتی، پھر کیا وجہ ہے کہ دنیا والے جنت اور اس کی نعمتوں سے اس قدر غافل

ہیں، حالانکہ جنت ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گی، اور دنیا بہت تیزی سے فنا ہو جائے گی۔

۴:...... حدیث میں وارد "اہل جنت میں سے ایک آدمی" سے مراد شہید ہے، جو اللہ کے راستے میں، اللہ کے کلمہ کی سربلندی کی غرض سے قربان ہو گیا۔ امام نسائی نے حسن سند کے ساتھ سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "زمین پر ایسا کوئی آدمی نہیں، جس کے لیے اللہ کے ہاں خیر بھی ہو اور وہ مرنے کے بعد تمہارے پاس (دنیا میں) لوٹ کر آنا پسند کرتا ہو، چاہے اسے پوری دنیا بھی مل جائے، سوائے شہید کے، کیوں کہ اسے بہت پسند ہے کہ وہ واپس آکر ایک مرتبہ پھر قتل ہو جائے۔" (سنن النسائی : ۳۱۶۱)

۵:...... علامہ ابو الحسن السندی نے امام نسائی کی السنن المجتبیٰ کی شرح (۳۴۳/۶) میں فرمایا: فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم: "قیامت کے دن آدمی کو لایا جائے گا" سے مراد شہید بھی ہو سکتا ہے اور کوئی دوسرا آدمی بھی، کہ جب وہ شہادت کی فضیلت دیکھے گا تو تمنا کرے گا کہ واپس جا کر قتل ہو جائے، لیکن سابقہ حدیث (یعنی حدیث عبادہ) ساتھ ملائی جائے تو پہلا معنی یعنی شہید ہی معلوم ہوتا ہے، دونوں حدیثوں میں اس طرح موافقت بھی ہو سکتی ہے کہ پہلی حدیث سے مراد برزخ کے ایام ہوں اور اس حدیث کا مفہوم قیامت کے دن جنت میں داخلے کے بعد ہو۔

۶:...... اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صفت کلام بھی ثابت ہوتی ہے، اور بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کلام فرمائے گا۔ لہٰذا وہ آدمی ناکام و نامراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکاری ہے، یا معطلہ کی طرح ان صفاتِ باری تعالیٰ کی غلط تاویلیں کرتا ہے، اور سلف صالحین کے منہج پر نہیں چلتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں زمرۂ اسلام میں کرے۔ اس حدیث میں مزید فوائد بھی موجود ہیں۔

حافظ ندیم ظہیر

توضیح الأحکام

سوال و جواب — تخریج الاحادیث

سوال: ......ایک مسجد میں لکھا ہوا تھا کہ بچوں کو ہمراہ نہ لائیں، پھر کسی حدیث کا حوالہ بھی تحریر تھا۔ کیا کسی حدیث میں بچوں کو مسجد لانے سے منع کیا گیا ہے؟ جواب دے کر اللہ سے اجر پائیں۔ (شہید اللہ، مانسہرہ)

جواب: ......کسی صحیح حدیث میں بچوں کو مسجد لانے سے منع نہیں کیا گیا، تاہم جس روایت میں ممانعت ہے وہ سند کے اعتبار سے سخت ضعیف ہے۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے فرمایا: " حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْسُفَ السُّلَمِيُّ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ نَبْهَانُ : حَدَّثَنَا عُتْبَةُ بْنُ يَقْظَانَ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ مَكْحُوْلٍ ، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الأَسْقَعِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : ((جَنِّبُوْا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ......))"اپنی مساجد کو اپنے بچوں سے محفوظ رکھو۔" (سنن ابن ماجه : ٥٧٠)

یہ روایت کئی وجہ سے ضعیف ہے: (۱) عتبہ بن یقظان ضعیف ہے۔ (التقريب : ٤٤٤٤)

(۲) الحارث بن نبھان متروک ہے۔ (التقريب: ١٠٥١)

(۳) ابو سعید الشامی مجہول ہے۔ (التقريب : ٨١٣١)

تنبیہ: امام طبرانی رحمہ اللہ نے مسند الشامیین (۴/۳۰۷) میں وضاحت کی ہے کہ یہ ابوسعید، عبدالقدوس بن حبیب ہے اور وہ متروک ہے۔ دیکھئے دیوان الضعفاء (۲۵۸۶) وغیرہ

اس روایت کا ایک شاہد السنن الکبریٰ للبیهقي (١٠ / ١٠٣) میں ہے، لیکن وہ بھی علاء بن کثیر الشامی متروک (التقريب : ٥٢٥٤) کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ اس کے برعکس صحیح احادیث کی رُو سے ثابت ہے کہ ہر عمر کے بچوں کو مسجد لایا جاسکتا ہے۔

☆ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ ہم مسجد میں بیٹھے تھے کہ رسول اللہ ﷺ

(اپنی نواسی) امامہ بنت ابی العاص بن ربیع کو اٹھائے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے۔ (صحیح مسلم ، ٥٤٣/ رقم المسلسل : ١٢١٥)

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر بایں الفاظ باب قائم کیا ہے:" إِدْخَالُ الصِّبْيَانِ الْمَسَاجِدَ" بچوں کو مساجد میں لے جانے کا بیان۔ (سنن النسائي قبل الحديث: ٧١٢)

❁ ایک طویل حدیث ہے کہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم خود (عاشوراء کا) روزہ رکھتے اور اگر اللہ چاہتا تو اپنے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے اور ہم (ان بچوں کے ہمراہ) مسجد کی طرف جاتے تو ان کے لیے اُون کا کھلونا بنا لیتے۔ جب ان میں سے کوئی افطار کے قریب کھانے کے لیے روتا تو ہم (اس کی توجہ ہٹانے کے لیے) وہ (کھلونا) اسے دے دیتے۔ (صحيح مسلم: ١٣٦/ ١١٣٦)

یہ حدیث دلیل ہے کہ عہد نبوت میں صحابیات وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کو اپنے ہمراہ مسجد لے کے جاتے تھے۔

❁ اسی طرح سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماں کے ساتھ (آئے ہوئے) بچے کا رونا سنتے ، جبکہ آپ نماز میں ہوتے تو ہلکی سورت، یعنی اسے مختصر کر لیتے یا (پھر کوئی) چھوٹی سورت پڑھتے تھے۔ (صحيح مسلم: ١٩١ / ٤٧٠)

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور جب وہ دس برس کے ہوں تو انھیں نماز چھوڑنے پر مارو اور ان کے بستر جدا کر دو۔'' (سنن أبي داود: ٤٩٤ ، سنن الترمذي : ٤٠٧ وسنده صحيح)

خلاصة التحقيق:

درج بالا تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ جس روایت میں بچوں کو مساجد میں لے جانے کی ممانعت ہے وہ سند کے اعتبار سے شدید ضعیف ہے اور دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ بچوں کو مسجد میں اپنے ساتھ لے کر جانا مسنون ہے تا کہ ان کی تربیت ہو اور انھیں نماز کی اہمیت معلوم ہو سکے۔ هذا ما عندي والله أعلم بالصواب .

تحقیق وتخریج: محدث العصر زبیر علی زئی رحمہ اللہ ترجمہ: حافظ ثمامہ طاہر

فضل الاسلام للامام محمد بن عبد الوهاب رحمہ اللہ

قسط: 3

اسلام (کی تفسیر) کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ حَآجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ط﴾

(آل عمران : ٢٠)

"پس (اے پیغمبر ﷺ) اگر وہ تجھ سے جھگڑا کریں تو کہہ دے، میں نے اپنا چہرہ اللہ کے تابع کر دیا ہے اور اس نے بھی جس نے میری پیروی کی۔"

اور صحیح (مسلم) میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام یہ (ہے) کہ تو (اس بات کی) گواہی دے (کہ) اللہ کے سوا کوئی (بھی) معبود (برحق) نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، تو نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اللہ کے گھر کا حج کرے اگر اس (گھر) تک راستہ (طے کرنے) کی استطاعت ہو۔(صحیح مسلم : ١/ ٨)

اور اسی (صحیح مسلم) میں ہی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے (مرفوع) مروی ہے: "(حقیقی) مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے (دوسرے) مسلمان محفوظ رہیں۔"(صحیح البخاري : ١٠ ، صحیح مسلم : ٦٤/ ٤٠)

سیدنا بھز بن حکیم اپنے والد (حکیم) سے وہ ان (بھز) کے دادا (معاویہ) سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں (معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: (اسلام یہ ہے کہ) تو اپنے دل کو اللہ کے سپرد کر دے

اور اپنے چہرے کو اللہ کی طرف پھیر لے اور تو فرض نماز ادا کرے اور فرض زکوٰۃ ادا کرے۔'' اس روایت کو امام احمد رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔(حسن، مسند احمد : ۵/ ۳، ح ۲۰۰۲۲، نسخة أخرى ح ۲۰۰۳٦ و سنده حسن)

سیدنا ابوقلابہ رضی اللہ عنہ شام کے ایک آدمی سے، وہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: (اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) اسلام کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(اسلام یہ ہے کہ) تو اپنے دل کو اللہ کے سپرد کر دے اور (دوسرے) مسلمان تیری زبان اور ہاتھ (کی اذیتوں) سے محفوظ رہیں۔'' انھوں نے پوچھا: کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایمان لانا'' انھوں نے پوچھا: ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(ایمان یہ ہے کہ) تو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی (بھیجی گئی) کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان لائے۔''(کتاب الایمان لابن تیمیه (ص ۱۰۸) و تعظیم قدر الصلوٰۃ للمروزی (۱/ ۴۰۱۔۴۰۲، ح ۳۹۲) وسنده ضعیف وله شواهد عند احمد (٤/ ۱۱٤، ح ۱۷۰۲۷ وسنده حسن) وغیرهما وهو بها حسن)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا بیان:

﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۸۵ ﴾ (آل عمران : ۸۵)

''اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے تو اس سے وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اعمال (باری باری) قیامت والے دن آئیں گے، تو (جب) نماز آئے گی تو کہے گی: اے میرے رب! میں نماز ہوں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، بے شک تو بھلائی پر ہے، پھر صدقہ آئے گا تو کہے گا: اے میرے رب! میں صدقہ ہوں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا،

بے شک تو بھلائی پر ہے، پھر روزہ آئے گا تو کہے گا: اے میرے رب! میں روزہ ہوں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، بے شک تو بھلائی پر ہے، پھر اسی طرح اعمال (باری باری) آتے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، بے شک تو بھلائی پر ہے، پھر اسلام آئے گا تو کہے گا: اے میرے رب! تو سلامتی والا ہے اور میں اسلام ہوں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، بے شک تو بھلائی پر ہے، تیری بنیاد پر میں محاسبہ کروں گا اور تیری وجہ سے میں جزا دوں گا، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا: ''اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے تو اس سے وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔'' اس کو امام احمد رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ (سنده ضعيف، مسند احمد (٢/ ٣٦٢ ح ٨٧٤٢) وقال أبو عبدالرحمن (عبدالله بن احمد بن حنبل): ”عباد بن راشد ثقة ولكن الحسن لم يسمع من ابى هريرة۔“ يعنى انه أخطأ فى قوله عن الحسن: ”حدثنا ابوهريرة“ قلت: عباد بن راشد ضعيف، ضعفه الجمهور)

اتباع قرآن کافی ہونے کے وجوب کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (النحل: ٨٩)

''اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی اس حال میں کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے۔''

اور امام نسائی رحمہ اللہ نے (اپنی کتاب میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تورات کا ایک صفحہ دیکھا تو فرمایا: ''اے خطاب کے بیٹے! کیا تم (اپنے دین کے متعلق) شک میں ہو؟ میں تمہارے پاس اس (تورات) کے بدلے میں روشن اور خالص (کتاب) لایا ہوں، اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور تم ان کی پیروی کرتے اور میری پیروی چھوڑ دیتے تو تم گمراہ ہو جاتے۔'' اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع ہی

کفایت کرتی۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔ (سنده ضعيف، سنن الدارمي (٤٤١، نسخة حسين سليم اسد: ٤٤٩)، مسند احمد (٣/ ٣٨٧، ح ١٥١٥٦) والمشكوٰة (بتحقيقی: ١٧٧)

ولم أجده عند النسائي والله اعلم، فيه مجالد بن سعيد ضعيف وللحديث شواهد ضعيفة (انظر أضواء المصابيح ١/ ٢٣٨، ح ١٧٧) ولا شك لو ان موسى عليه السلام كان حيا ما وسعه الا اتباع محمد صلى الله عليه وسلم كما يدل عليه القرآن (انظر سورة آل عمران: ٨١).

دعویٰ اسلام سے نکلنے کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا﴾ (الحج: ٧٨)

''اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، اس سے پہلے اور اس (کتاب) میں بھی۔''

سیدنا حارث اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمھیں ان پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ (۱) بات سننا (۲) اطاعت کرنا (۳) جہاد کرنا (۴) ہجرت کرنا (۵) جماعت کو لازم پکڑنا، کیونکہ جو کوئی ایک بالشت بھی جماعت سے جدا ہوا تو (گویا) اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے اتار دیا مگر (یہ کہ) وہ (اسلام میں) لوٹ آئے اور جس نے جاہلیت کی (تعلیمات کی) دعوت دی تو یقیناً وہ جہنم کے انگاروں (میں) سے (ایک انگارا) ہے۔'' ایک آدمی نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزہ (بھی) رکھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(جی ہاں) اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزہ

(بھی) رکھے۔ تو تم اللہ کے بندو! اس اللہ کی پکار کی (طرف) دعوت دو جس نے تمھارا نام مسلم و مومن رکھا ہے۔'' اس (حدیث) کو امام احمد اور ترمذی نے بیان کیا ہے اور (امام ترمذی) نے کہا: یہ حسن صحیح ہے۔ (صحیح، مسند احمد (٤/ ١٣٠ ح ١٧١٧٠، ٤/ ٢٠٢ ح ١٧٨٠٠) سنن الترمذی (٢٨٦٣ وقال : "حسن صحیح غریب") و صححه ابن حبان (١٢٢٤، ١٥٥٠) والحاکم (١/ ١١٧، ١١٨، ٢٣٦، ٤٢١۔٤٢٢) ووافقه الذهبی)

اور صحیح (بخاری و مسلم) میں ہے: ''جو کوئی ایک بالشت جماعت سے جدا ہو تو اس کی موت جاہلیت کی ہے۔''(صحیح البخاری : ٧٠٥٤، صحیح مسلم : ١٨٤٩/٥٥)

اور اسی میں ہے: ''یہ کیا (زمانہ) جاہلیت کی پکار ہے، حالانکہ میں تمھارے درمیان موجود ہوں؟'' (صحیح البخاری : ٤٩٠٥، صحیح مسلم : ٢٥٨٤/٦٣)

ابو العباس (امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) نے فرمایا: جو بھی نسب یا شہر یا جنس یا مذہب یا طریقہ دعویٰ اسلام و قرآن سے خارج ہو گیا تو وہ جاہلیت کی پکار میں سے ہے، بلکہ جب مہاجرین و انصار (کسی معاملہ میں) آپس میں الجھ پڑے تو مہاجرین نے کہا: اے مہاجرین کی جماعت! اور انصار نے کہا: اے انصار کی جماعت! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کیا (زمانہ) جاہلیت کی پکار ہے، حالانکہ میں تمھارے درمیان موجود ہوں؟'' اور آپ ﷺ اس وجہ سے شدید غصہ ہوئے۔(السیاسة الشرعیة في آداب الراعي والراعیة ص ٩٥)

خضر حیات بکھروی اور حدیثِ صحیح بخاری

ابوالقاسم نوید شوکت

نحمده ونصلي على رسوله الكريم؛ أما بعد!

منکرین حدیث نبی ﷺ کی احادیث کو رد کرنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانے بناتے ہیں، کبھی ان احادیث کو اپنی ناقص عقل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں تو کبھی یہ بات کہہ کر انھیں کو رد کر دیتے ہیں کہ یہ قرآن کے خلاف ہیں۔ اس طرح کے لوگ پہلے بھی گزرے ہیں جنھوں نے اس سے متعلق کتابیں بھی لکھی ہیں، جن کا رد علماء نے با دلائل کیا ہے اور انھیں لوگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آج کل کچھ لوگ صحیح احادیث پر حملے کرتے ہیں جن میں سے ایک خضر حیات بکھروی صاحب ہیں وہ بخاری و مسلم کی کئی ایک احادیث کو یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ یہ قرآن کے خلاف ہیں۔ ان احادیث میں سے ایک درج ذیل حدیث ہے:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((اَلْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتّٰى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ)) ''جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی (بعد از تدفین) واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے۔''

(صحيح البخاري: ١٣٣٨، ١٣٧٤، صحيح مسلم: ٢٨٧٠ وغيره)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی صحت پر امت کا اجماع ہے کہ ان کی تمام مرفوع روایات صحیح ہیں جیسا کہ امام ابن کثیر لکھتے ہیں: ''ثُمَّ حَكَى أَنَّ الْأُمَّةَ تَلَقَّتْ هٰذَيْنِ الْكِتَابَيْنِ بِالْقُبُوْلِ، سِوَى أَحْرُفٍ يَسِيْرَةٍ، انْتَقَدَهَا بَعْضُ الْحُفَّاظِ كَالدَّارَقُطْنِيِّ وَغَيْرِهِ، ثُمَّ اسْتَنْبَطَ مِنْ ذٰلِكَ الْقَطْعُ بِصِحَّةِ مَا فِيْهَا مِنَ

الْأَحَادِيْثِ؛ لِأَنَّ الْأُمَّةَ مَعْصُوْمَةٌ عَنِ الْخَطَأِ، فَمَا ظَنَّتْ صِحَّتَهُ وَجَبَ عَلَيْهَا الْعَمَلُ بِهِ، لَا بُدَّ وَأَنْ يَكُوْنَ صَحِيْحًا فِيْ نَفْسِ الْأَمْرِ، وَهٰذَا جَيِّدٌ. "

پھر (ابن الصلاح) نے بیان کیا کہ بیشک (ساری) امت نے ان دو کتابوں (صحیح بخاری و صحیح مسلم) کو قبول کر لیا ہے، سوائے تھوڑے حروف کے جن پر بعض حفاظ، مثلاً: دارقطنی وغیرہ نے تنقید کی ہے، پھر اس سے (ابن الصلاح نے) استنباط کیا کہ ان دونوں کتابوں کی احادیث قطعی الصحت ہیں، کیونکہ امت (جب اجماع کر لے تو) خطا سے معصوم ہے چنانچہ جسے امت نے (بالاجماع) صحیح سمجھا تو اس پر عمل (اور ایمان) واجب ہے اور ضروری ہے کہ وہ حقیقی طور پر صحیح ہی ہو اور (ابن الصلاح کی) یہ بات اچھی ہے۔

(اختصار علوم الحدیث : ۳۹)

۲) علامہ زیلعی حنفی فرماتے ہیں: "وَأَعْلٰی دَرَجَةِ الصَّحِیْحِ عِنْدَ الْحُفَّاظِ مَا اتَّفَقَ عَلَیْهِ الشَّیْخَانِ" اور حفاظِ (حدیث) کے نزدیک اعلیٰ درجے کی صحیح حدیث وہ ہے جس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہو۔ (نصب الرایة ۱/ ۴۲۱)

۳) علامہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: "ثُمَّ اتَّفَقَتِ الْعُلَمَاءُ عَلٰی تَلَقِّی الصَّحِیْحَیْنِ بِالْقُبُوْلِ وَأَنَّهُمَا أَصَحُّ الْکُتُبِ الْمُؤَلَّفَةِ...... " پھر (تمام) علماء کا اتفاق ہے کہ صحیحین کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور یہ دونوں تمام کتابوں میں صحیح ترین ہیں۔ (مرقاة المفاتیح ۱/ ۵۸)

٤) امام ابن ابی العز الحنفی لکھتے ہیں: "وَكَفٰی بِتَصْحِیْحِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ لَهَا حُجَّةٌ" کسی (حدیث) کے حجت ہونے کے لیے بخاری و مسلم کا اُسے صحیح قرار دینا ہی کافی ہے۔ (التنبیه علی مشکلات الهدایة ٤/ ۳۹ کتاب العتاق)

ہماری مطبوعہ و مذکورہ حدیث کی صحت پر امت کا اجماع ہے، تاہم بعض بطورِ خاص محدثین کے نام درج ذیل ہیں جنھوں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے:

۱: امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے، کیونکہ انھوں نے اسے اپنی صحیح

میں روایت کیا ہے۔ (ح۱۳۳۸ ، ۱۳۷٤)

۲: امام مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے، اسی لیے انھوں نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ (ح۲۸۷۵)

۳: امام ابن حبان رحمہ اللہ کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے، کیونکہ انھوں نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ (ح۳۱۲۰)

٤: حافظ بغوی رحمہ اللہ نے کہا: "هٰذَا حَدِيْثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهِ".

(شرح السنة ٥/ ١١٥)

٥: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ثابت قرار دیا ہے۔

(فتح الباري ٣/ ٣٧٣ كتاب الجنائز باب ما جاء في عذاب القبر)

٦: علامہ بدرالدین العینی الحنفی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔

(عمدة القاری شرح صحيح البخاري ٨/ ٢١٠)

اس طرح کی ایک حدیث سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ، إِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ حِيْنَ يُوَلُّوْنَ عَنْهُ)) "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بے شک وہ (مُردہ) ان کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے جب وہ (بعد از تدفین) واپس لوٹتے ہیں۔" (المستدرك ٢/ ٣٧٧ ح١٤١٨ ، وقال هذا حديث صحيح على شرط مسلم و لم يخرجاه ، وسنده حسن)

یہ ہے صحیحین کی صحت اور خاص کر اس حدیث کی صحت کے متعلق علمائے امت کے اقوال۔

اب ذرا بکھروی صاحب کی بھی سن لیں وہ کہتے ہیں: "یہ روایت راویوں نے کہا ہے کہ رسول پاک کا فرمان نہیں۔ قرآن کہتا ہے مردے سنتے نہیں اور یہ روایت کہتی ہے سنتے ہیں۔ یا اس روایت کو یُسمَعُ پڑھا جائے۔ بکھروی صاحب کہتے ہیں جو اس کو یَسْمَعُ پڑھتا ہے تو وہ قرآن کا منکر ہے۔"

اب اس پر غور کریں کہ پوری امت کا اجماع ہے کہ یہ روایت صحیح ہے اور اجماع

شرعی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے، جبکہ بکھروی صاحب اس کو چھوڑ کر اپنی خواہشِ نفس کے پیچھے لگ کر اس روایت سے متعلق کیا کچھ کہہ رہے ہیں؟ اور اس کو قرآن کے خلاف کہہ کر رد کر رہے ہیں۔ یہاں ان پر ان کے اپنے ہی دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث کی بات فٹ آتی ہے، چنانچہ قاری طیب صاحب لکھتے ہیں: ''اس لیے حدیث صحیح لذاتہ کا انکار درحقیقت قرآن کی سینکڑوں آیتوں کا انکار ہے۔اس لیے کسی منکر حدیث جو اتباع قرآن کا نام نہاد مدعی ہے کم از کم اس روایت سے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی جس کا نام صحیح لذاتہ ہے۔'' (مقدمہ فضل الباری ج۱ص۱۰۳)

قاری طیب صاحب کے قول کی روشنی میں بکھروی صاحب قرآن کی سینکڑوں آیتوں کا انکار کرنے والے منکر حدیث اور اتباع قرآن کے نام نہاد مدعی ہیں۔

بکھروی صاحب جو اس روایت کو گپ کہہ رہے ہیں، تو ان پر لازم تھا کہ یہ بھی بتا دیتے کہ کس راوی کی گپ ہے؟ پھر دلائل سے اس کو ثابت کرتے، لیکن انھوں نے ایسی کوئی دلیل نہیں دی اور یاد رہے کہ منکرین حدیث اور گمراہ لوگوں کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے کہ جب وہ دلائل کے میدان میں عاجز آ جاتے ہیں تو اسی طرح کی بونگیاں مارتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ یہ قرآن کے خلاف ہے تو یہ بات خود بکھروی صاحب کی قرآن سے بے خبری کی دلیل ہے، کیونکہ جہاں قرآن میں ہے: ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ﴾ (فاطر:۲۲) وہاں اس سے قبل یہ بھی ہے: ﴿اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ سناتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' پھر اس کے بعد فرمایا: ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ﴾ ''اور آپ انھیں نہیں سنانے والے جو قبروں میں ہیں۔'' (فاطر:۲۲)

اور جو حدیث میں ہے کہ مردہ واپس لوٹنے والوں کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ ہی سناتا ہے، لہٰذا قرآن و حدیث میں کوئی تعارض نہیں، بلکہ یہ تعارض بکھروی صاحب کے ذہن میں ہے۔

رہی یہ بات کہ اِسے مجہول پڑھا جائے تو یہ بھی غلط ہے، کیونکہ محدثین نے اسے معلوم پڑھا ہے۔ چند مزید حوالے ملاحظہ فرمائیں کہ علمائے امت نے اس حدیث کے بارے میں کیا کہا ہے:

۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر باب باندھا ہے: "باب المیت یسمع قرع نعالھم"

۲) امام ابن بطال (المتوفی ۴۴۹ھ) فرماتے ہیں: "قوله ﷺ فی المیت: ((إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ))، وكلامه مع الملكين يبين قوله: ﴿وَمَآ أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ أنه على غير العموم. قال المهلب: ولا معارضة بين الآية والحديث، لأن كل ما نسب إلى الموتٰى من استماع النداء والنوح، فهی فی هذا الوقت عند الفتنة أول ما يوضع الميت فی قبره أو متى شاء اللّٰه أن يرد أرواح الموتٰى ردها إليهم لما شاء: ﴿لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ﴾ ثم قال بعد ذلك: لا يسمعون، كما قال تعالىٰ: ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾، ﴿وَمَآ أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾"

آپ علیہ السلام کا قول میت کے بارے میں: وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے'' اس (میت) کا فرشتوں (منکر نکیر) کے ساتھ کلام کرنا بھی واضح کرتا ہے۔ اس (اللہ تعالیٰ) کے قول: ''اور آپ سنانے والے نہیں ہیں ان کو جو قبروں میں ہیں''، یہ عموم پر مبنی نہیں۔ مہلب نے کہا: آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ جو کچھ مردوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے، آہ و بکا سننے سے متعلق، جبکہ وہ (حدیث) میت کو قبر میں رکھنے کے وقت ہے یا جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے یہ کہ وہ مردوں کی روح کو لوٹا دے تو وہ اسے ان کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ ''اس سے نہیں پوچھا جائے گا جو وہ کرتا ہے اور وہ (لوگ) سوال کیے جائیں گے۔'' اس کے بعد فرمایا: وہ نہیں سنتے جیسا کہ (اللہ) تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک تو مُردوں کو نہیں سنا سکتا''، ''اور آپ سنانے والے نہیں ان کو جو قبروں میں ہیں۔''

(شرح صحیح البخاري لابن بطال ۳/ ۳۲۰ ت ۷۲)

۳) امام قرطبی (المتوفی ٦٥٦ھ) لکھتے ہیں: "قَوْلُهُ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ، وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، هَذَا نَصٌّ فِي أَنَّ الْمَيِّت يَسْمَعُ ." یہ نص ہے کہ مُردہ (آہٹ) سنتا ہے۔ (المفھم ج۷ ص۱٤۷)

۳) امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۲۸ھ) ایک سوال کے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فَهذِهِ النُّصُوصُ وَأَمْثَالُهَا تُبَيِّنُ أَنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ فِى الْجُمْلَةِ كَلامَ الْحَيِّ وَلا يَجِبُ أَنْ يَكُوْنَ السَّمْعُ لَهُ دَائِمًا، بَلْ قَدْ يَسْمَعُ فِي حَالٍ دُونَ حَالٍ كَمَا قَدْ يُعْرَضُ لِلْحَيِّ فَإِنَّهُ قَدْ يَسْمَعُ أَحْيَانًا خِطَابَ مَنْ يُخَاطِبُهُ، وَقَدْ لا يَسْمَعُ لِعَارِضٍ يَعْرِضُ لَهُ، وَهذَا السَّمْعُ سَمْعُ إِدْرَاكٍ، لَيْسَ يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ جَزاءٌ، وَلا هُوَ السَّمْعُ الْمَنْفِيُّ بِقَوْلِهِ: ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ﴾، فَإِنَّ الْمُرَادَ بِذَلِكَ سَمْعُ الْقَبُوْلِ وَالِامْتِثَالِ . فَإِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْكَافِرَ كَالْمَيِّتِ الَّذِيْ لا يَسْتَجِيبُ لِمَنْ دَعَاهُ، وَكَالْبَهَائِمِ الَّتِيْ تَسْمَعُ الصَّوْتَ، وَلا تَفْقَهُ الْمَعْنَى . فَالْمَيِّتُ وَإِنْ سَمِعَ الْكَلامَ وَفَقِهَ الْمَعْنَى فَإِنَّهُ لا يُمْكِنُهُ إِجَابَةُ الدَّاعِيْ، وَلا امْتِثَالَ مَا أُمِرَ بِهِ، وَنُهِيَ عَنْهُ، فَلا يَنْتَفِعُ بِالْأَمْرِ وَالنَّهْيِ . وَكَذَلِكَ الْكَافِرُ لا يَنْتَفِعُ بِالْأَمْرِ وَالنَّهْيِ، وَإِنْ سَمِعَ الْخِطَابَ، وَفَهِمَ الْمَعْنَى . كَمَا قَالَ تَعَالَى: ﴿وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ﴾ (الانفال: ۲۳) "

(الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیة۳/ ٦۲)

"یہ اور اس جیسی دیگر نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ میت کا فی الجملہ زندوں کا کلام سننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ سننا دائمی ہے، بلکہ وہ مختلف (خاص) حالات میں سنتی ہے، جیسا کہ کبھی زندہ کے لیے رکاوٹ حائل کردی جائے تو (باوجودیکہ) وہ اپنے سے مخاطب کی بات سنتا ہے، لیکن رکاوٹ کی وجہ سے نہیں سن سکتا اور یہ سننا حسی ہے۔ (اس سے) نہ کوئی جزا ثابت ہوتی اور نہ وہ آیت: ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ﴾ کی رُو سے منفی سمع ہے، کیونکہ اس سے مراد سننے کو قبول کرنا اور اس کی تعمیل ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے

کافر کو مُردے کی طرح قرار دیا کہ (وہ سننے کے باوجود بطورِ تعمیل) بلانے والے کو جواب نہیں دے پاتا اور جانوروں کی طرح جو آواز سنتے ہیں لیکن اس کا معنی سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ پس میّت اگر کلام کو سن اور سمجھ بھی لے تب بھی پکارنے والے کی پکار کا جواب دینا اور نہ (اس کے لیے) اَمر و نہی کی تعمیل ہی ممکن ہے، وہ امر و نہی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اسی طرح اگر کافر خطاب کو سن اور سمجھ لے تب بھی امر و نہی سے فائدہ حاصل نہیں کرتا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ﴾ ''اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انھیں ضرور سنوا دیتا۔''

۵) امام ابن رجب (المتوفی ۷۹۵ھ) لکھتے ہیں: ''وأما قوله: ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (النمل:۸۰)، وقوله: ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ (فاطر:۲۲) فأن السماع يطلق ويراد به إدراك الكلام وفهمه ويراد به أيضًا الانتفاع به والاستجابة له والمراد بهذه الآيات نفى الثاني دون الأول فإنها في سياق خطاب الكفار الذين لا يستجيبون للهدى ولا للإيمان إذا دعوا إليه كما قال الله تعالى: ﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا﴾ (الأعراف: ۱۷۹) الآية''

اور رہا (اللہ) تعالیٰ کا فرمان: ''بے شک تو مردوں کو نہیں سنا سکتا۔'' ''اور نہیں ہے تو ان کو سنانے والا جو قبروں میں ہیں۔'' تو بے شک سماع مطلق ہے اور مراد اس سے کلام کا ادراک اور اسے سمجھنا ہے اور اسی طرح اس سے مراد اس کے ذریعے سے فائدہ اٹھانا اور اس کو جواب دینا بھی ہے اور مراد ان آیات سے دوسری چیز کی نفی ہے پہلی کی نہیں کیونکہ یہ کفار سے خطاب کے سیاق میں ہے، وہ جو ہدایت کو قبول نہیں کرتے اور نہ ایمان لاتے ہیں جب ان کو اس کی طرف بلایا جاتا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور بے شک یقیناً ہم نے پیدا کیا ہے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لیے، ان کے دل ہیں وہ

ان کے ذریعے سے سمجھتے نہیں ہیں اور ان کی آنکھیں ہیں وہ ان کے ساتھ دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں وہ ان کے ساتھ سنتے نہیں......۔'' آیت میں ان کے سننے اور دیکھنے کی نفی کی گئی ہے، کیونکہ کبھی چیز کے عدمِ فائدہ کی نفی ہوتی ہے۔ پھر جب آدمی سمع و بصر کے ذریعے سے فائدہ حاصل نہیں کرسکا تو گویا نہ اس نے سنا اور نہ دیکھا اور سماعِ موتی اسی کے مساوی ہے۔ اسی طرح کفار کا سننا ہے اس کے لیے جو انھیں ایمان و ہدایت کی طرف بلاتا ہے۔ (أحوال القبور وأحوال اهلها إلى النشور ص۲٤۷)

٦) علامہ ابوالعباس ابن رسلان (المتوفی ۸۴۴) نے کہا: "إن العبد إذا وضع في قبره وتولى عنه أصحابه (انه) ليسمع قرع نعالهم فيه حجة لمن يقول ان الميت يسمع كلام الاحياء كما يسمع قرع النعال.

والثاني: ان يكون المعنى فإنك لا نسمع الموتى اسماعا ينتفعون به قد انقطعت عنهم الأعمال وخرجوا من دار العمل إلى دار الجزاء. "

جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی آواز سنتا ہے۔ اس میں دلیل ہے ان کی جو کہتے ہیں مُردہ زندوں کا کلام سنتا ہے، جیسا کہ وہ جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

اور دوسری بات: اس کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے آپ مُردوں کو ایسا نہیں سنا سکتے کہ جس سے وہ فائدہ اٹھا سکیں۔ بے شک ان کے اعمال منقطع ہوچکے ہیں اور وہ دار العمل سے دار الجزاء کی طرف نکل گئے ہیں۔ (شرح سنن أبي داود ۱۸/ ۳٥٦، ۳٤۷)

۷) علامہ عینی الحنفی (المتوفی ۸۵۵) قرع نعالهم کے بارے میں لکھتے ہیں: "فيه دليل علٰى إن الميت تعود إليه روحه لاجل السؤال وانه يسمع صوت نعال الأحياء وهو فى السؤال"

اس میں دلیل ہے کہ میت کی روح اس کی طرف سوال کے لیے لوٹائی جاتی ہے اور (اسی اثنا میں) وہ زندوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، جبکہ اس سے سوال ہو رہے ہوتے

ہیں۔(شرح سنن أبي داود ٦/ ١٨٧ باب المشي بين القبور بالنعل)

۸) علامہ ابن ہمام الحنفی (المتوفی ٦٨١) لکھتے ہیں: "((**إِنَّ الْمَيِّتَ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ إِذَا انْصَرَفُوا**)) اللَّهُمَّ إِلَّا أَنْ يَخُصُّوا ذَلِكَ بِأَوَّلِ الْوَضْعِ فِي الْقَبْرِ مُقَدِّمَةً لِلسُّؤَالِ"

بے شک مُردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے جب وہ (لوگ) واپس لوٹتے ہیں۔ شاید و باید یہ (وہ موقع) خاص ہے جب (مُردے کو) پہلی بار قبر میں رکھا جاتا ہے سوال کے لیے۔(فتح القدير ص٤٤٧ باب الجنائز)

اب ذرا علمائے دیوبند کی بھی سن لیں وہ کیا کہتے ہیں:

۱: عاشق الٰہی صاحب لکھتے ہیں: ''......آپ کے مخاطبین جو کچھ سنتے ہیں اس سے منتفع نہیں ہوئے اس لیے اس آیت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ مردے کوئی کلام کسی کا سن ہی نہیں سکتے سماع اموات کا مسئلہ درحقیقت یہ آیت ساکت ہے البتہ یہ مسئلہ اپنی جگہ قابل نظر ہے کہ مردے کسی کلام کو سن سکتے ہیں یا نہیں ......ان تینوں آیتوں میں یہ بات قابل نظر ہے کہ ان میں سے کسی آیت میں بھی یہ نہیں فرمایا کہ مردے سن نہیں سکتے بلکہ تینوں آیتوں میں نفی اس بات کی گئی ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے بلکہ تینوں آیتوں میں اس تعبیر وعنوان کو اختیار کرنے سے اس طرف واضح اشارہ نکلتا ہے کہ مردوں میں سننے کی صلاحیت تو ہوسکتی ہے مگر باختیار خود ان کو نہیں سنا سکتے......'' پھر آخر میں لکھتے ہیں: ''اس لیے جن مواقع میں حدیث کی روایات صحیح سے سننا ثابت ہے وہاں سننے پر عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں ہے وہاں دونوں احتمال ہیں اس لیے نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے نہ قطعی نفی کی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔''

(تفسیر انوار البیان ۴/۲۱۲، ۲۱۳ تفسیر سورۃ النمل آیت: ۸۱، ۸۲)

۲: ادریس کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں: ''احادیث صحیحہ سے مردوں کا سننا اور قبر پر حاضر ہونے والے کے سلام کو سننا ثابت ہے سو جاننا چاہیے کہ یہ آیت احادیث کے

معارض نہیں اس لیے کہ آیت میں سماع موتیٰ کی نفی نہیں بلکہ اسماع موتیٰ کی نفی کی گئی ہے۔ (معارف القرآن ۶/ ۱۱ سورۃ النمل آیت: ۸۱، ۸۲)

تنبیہ: قبر پر حاضر ہونے والے کے سلام کو سننا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

۳: مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں: ''......اس لیے جن مواقع میں حدیث کی روایات صحیحہ سے سننا ثابت ہے وہاں سننے پر عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں وہاں دونوں احتمال ہیں اس لیے نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے نہ قطعی نفی کی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔''

(معارف القرآن ۶/ ۶۰۴ تفسیر سورۃ النمل آیت: ؟؟؟)

۴: غلام اللہ خان صاحب لکھتے ہیں: ''جو علماء سماع موتیٰ کی نفی کرتے ہیں ان کا استدلال ظواہر قرآن اور احادیث صحیحہ سے ہے جبکہ قائلین سماع بھی صحیح حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں۔'' (جواہر القرآن ص ۹۰۲ سورۂ روم)

آخر میں خضر حیات بکھروی صاحب سے گزارش ہے کہ اگر اور کسی کی نہیں مانتے تو نہ مانیں!! اپنے حنفی علماء کی بات کو ہی مان لو یا اپنے اکابر علمائے دیوبند کی ہی مان لو، انھوں نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور قرآن کے خلاف نہیں، لیکن بکھروی صاحب ان سب کے خلاف کہتے ہیں یہ گپ ہے۔ والعیاذ باللہ.

قارئین! فیصلہ آپ خود کریں کہ سچا کون ہے؟ رہی بات اس کو مجہول پڑھنے کی تو یہ بات بھی محدثین کے خلاف ہے، کیونکہ انھوں نے اسے معلوم ہی پڑھا ہے، بلکہ علمائے احناف کے حوالے بھی گزرے ہیں کہ انھوں نے اس کو معلوم پڑھا ہے۔ بکھروی صاحب کہتے ہیں: ''جو معلوم پڑھتا ہے وہ قرآن کا منکر ہے۔'' تو گزارش ہے کہ مطلق طور پر تو آپ نے پوری امت کے علماء کو قرآن کا منکر بنا دیا ہے۔ اب ذرا تھوڑی سی ہمت کریں اور تو چند علمائے احناف وعلمائے دیوبند کے نام لے کر ذرا لوگوں کو بتائیں کہ یہ قرآن کے منکر تھے تاکہ لوگ منکرین سے بچ سکیں اور آپ کی بھی حق گوئی واضح ہو سکے۔ وما علینا إلا البلاغ المبین

بحر العلوم مولانا غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ

(مختصر سوانح حیات)

ابو عبداللہ عدنان الطاف

مَا كنتُ آمُلُ قبلَ نَعشِكَ أنَ أَرى
رَضوى عَلى أَيدي الرِجالِ تَسيرُ

16 جمادی الآخر ۱۴۴۲ھ (29 جنوری 2021ء) کو عین اس وقت جب جمعہ کی آوازِ اذان بلند ہو رہی تھی، علم کا ایک آفتاب جس نے اپنے نورِ علم سے مختلف خطوں کو روشن کیا غروب ہو رہا تھا۔ انا للّٰه و انا اليه راجعون.

العلامة الأثرى ، المفسر الجليل ، المحدث المسند ، الفقيه الأصولى ، خادم علوم الكتاب و السنة و حامل لوائها، من كبار علماء الاسلام و عمالقة الدعوة ❶ الشيخ المجاهد غلام اللّٰه بن رحمت اللّٰه الكاكرى البشاورى رحمه اللّٰه رحمةً واسعةً و ادخله فسيح جناته۔

علم و عمل کے اس آفتاب سے متعلق لکھنے کے لیے اور ان کے تلاشِ حق اور سفرِ علم کی داستان ، دعوتِ حق کے لیے قربانیوں کی کہانی اور اس کے نشر و اشاعت کا جذبہ یہ سب لکھنے کے لیے تو کئی جلدیں بھی کم پڑ سکتی ہیں، لیکن اس مضمون میں مختصراً ان کے بارے میں چند باتیں ذکر کی جائیں گی جو اگر متقدمین کے زمانے میں ہوتے تو ائمہ نقاد ان کے متعلق کچھ یوں لکھتے: "الإمام الحافظ الثقة الثبت."

☆ اس مضمون کی تیاری میں شیخنا عبدالحمید رحمتی حفظہ اللہ نے بہت تعاون کیا اور کئی معلومات فراہم کیں، نیز مزید شفقت کرتے ہوئے اس مضمون کی مکمل مراجعت بھی کی۔ جزاہ اللہ خیراً

❶ دموع الرحمة على الشيخ غلام الله رحمتى للدكتور سعد الله المحمدى .

آپ تمام اسلامی علوم (قرآن، حدیث، فقہ، رجال اور جرح وتعدیل وغیرہ) اور ان کے متعلقات (لغت، بلاغت، علم کلام، فلسفہ، منطق ۔۔۔) کے ماہر امام اور منقطع النظیر محدث تھے۔ آپ کتب ستہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداود، جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ) مع حواشی، اسی طرح کئی امہات التفاسیر (تفسیر قرطبی، تفسیر ابن کثیر وغیرھما) اور مذاہب اربعہ کے اصل مصادر کے حافظ تھے۔ یہ تمام کتب آپ کے ذہن پر نقش اور نوکِ زبان تھیں۔ آپ اپنے حفظ سے ان تمام کتب سے حوالہ جات دیتے ہوئے عبارات بھی پڑھتے، ساتھ ساتھ کتاب کی جلد اور صفحہ نمبر بھی بتلاتے۔ اس کے علاوہ بھی کئی علوم وفنون آپ کی نوکِ زبان تھے اور ان کی کتب آپ کو ازبر تھیں، جیسا کہ تاریخ میں البدایہ والنہایہ وغیرہ اور منطق، فلسفہ اور علم الکلام کے تو آپ ایسے امام تھے جس کی نظیر اس کے اقران میں نہیں ملتی، آپ رحمہ اللہ یہ کہتے تھے: اگر علم منطق کی تمام کتب جلا دی جائیں تو میں انھیں حافظے سے لکھوا دوں گا، ان شاء اللہ۔ آپ کی صحبت اختیار کرنے والے اور آپ کے سامنے زانوئے تلمذ کا شرف حاصل کرنے والے ہر طالب علم پر آپ کا یہ قوی حافظہ، علم میں پختگی ورسوخ اور وسعتِ مطالعہ عیاں تھا۔

آپ دروس ومحاضرات میں کتب ستہ یا دوسری کتب کی احادیث بیان کرتے تو ساتھ ہی کتاب کی جلد اور صفحہ نمبر اور حدیث کس حاشیہ نمبر کے سامنے ہے یہ بتا دیتے تھے۔ آپ کے قوتِ حافظہ اور حاضر دماغی کے ایک عجیب واقعہ کو دکتور سعد اللہ المحمدی [1] کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

مجھ سے ڈاکٹر محمد حکیم صابر [2] نے بیان کیا کہ ہم رضاعت کے ایک مشکل ترین

---

[1] شیخ سعد اللہ المحمدی نے الجامعة الاسلامية العالمية اسلام آباد سے ایم فل اور پشاور یونیورسٹی سے ادب عربی کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی۔ ان دنوں آپ جمعية التربية الاسلامية بحرین میں قسم الدعوۃ کے رئیس ہیں۔

[2] ڈاکٹر محمد حکیم صابر شیخ سعد اللہ المحمدی کے ہم سبق ہیں۔ آپ نے الجامعة الاسلامية العالمية اسلام آباد سے پی ایچ ڈی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کو شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ سے شرف تلمذ بھی حاصل ہے۔

مسئلے کے متعلق سوال کی غرض سے شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ کے پاس گئے، جب ہم شیخ کے پاس پہنچے اور مسئلہ پیش کیا تو شیخ رحمہ اللہ نے مجھ (ڈاکٹر عبدالحکیم) کو کہا: سنن ابوداود لائیں جب میں کتاب اٹھا لایا تو شیخ نے کہا: کتاب پڑھو تو میں نے عرض کی: کس مقام سے پڑھوں؟ تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: کسی بھی مقام سے پڑھو، پس میں نے کتاب کھولی اور ایک حدیث پڑھنی شروع کی تو شیخ رحمہ اللہ نے مجھے روکا اور کہا: کتاب کے چھ صفحات اگلی طرف پلٹیں اور اس صفحے کی چوتھی حدیث پڑھیں، اس حدیث میں رضاعت کے متعلق آپ کے مسئلے کا حل ہے۔'' اللہ اکبر

شیخنا عبدالحمید رحمتی حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے والد محترم نے بتایا کہ جب وہ ریاض گئے اور وہاں الشیخ الامام ابن باز رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی تو ایک رات ان کے ہاں کھانے کی دعوت پر انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ آپ کے ہاں مدارس میں طریقۂ تدریس کیا ہے؟ تو میں نے طریقۂ تدریس بیان کیا۔ جب میں نے دورۂ کبریٰ اور اس میں پڑھائے جانے والے نصاب کا ذکر کیا تو شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرمانے لگے: ایک سال میں صحیح بخاری مکمل تفہیم کے ساتھ کیسے پڑھائی جا سکتی ہے؟ ہم اسے چار سال میں پڑھاتے ہیں اس کے باوجود ہم پر مکمل کتاب کا فہم بیان کرنا بہت دشوار ہوتا ہے تو میں نے عرض کی: ہمارے مشائخ اسے طلباء کو سمجھانے میں بہت محنت کرتے ہیں اور طلباء بھی اسی لگن اور شوق سے پڑھتے ہیں۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرمانے لگے: پھر بھی صرف ایک سال میں ممکن نہیں تو میں نے ان سے کہا: میں نے بھی صحیح بخاری اپنے شیخ سے ایک ہی سال میں پڑھی ہے۔ پس آپ مجھ سے سوالات کر لیجیے تا کہ آپ دیکھ لیں کہ ہمارا فہم کیسا ہے؟ چنانچہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کئی مقامات سے مختلف سوالات کیے اور میں نے ان کے جوابات دیے اور شیخ نے میرے فہم کا اقرار کیا، پھر میں نے ان سے کہا: شیخ محترم مجھے صحیح بخاری کے کچھ مقامات مشکل معلوم ہوتے ہیں، اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کے متعلق آپ سے استفسار کرنا چاہتا ہوں تو شیخ کی اجازت کے بعد میں نے صحیح بخاری

کتاب التفسیر کی ایک عبارت سے متعلق سوال کیا تو شیخ نے کہا: عبارت دوبارہ پڑھیے ، میں نے عبارت دوبارہ پڑھ دی تو شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرمانے لگے: اللہ کی قسم! میرا کبھی اس عبارت کے اشکال اور اس کے حل کی طرف ذہن ہی نہیں گیا اور نہ کبھی یہ محسوس ہوا کہ اس عبارت میں کوئی اشکال بھی ہے۔ اگر آپ اس اشکال کا حل جانتے ہیں تو مجھے بھی اس سے آگاہ کیجیے۔ پس میں نے اس عبارت کی توضیح کی اور انھیں بتلایا یہ بعض نساخ کی غلطی ہے اور یہ غلطی تمام نسخوں میں موجود ہے، سوائے ابن کثیر رحمہ اللہ کے نسخے کے اور درست عبارت اس طرح ہے۔ جب میں نے یہ تمام تفصیل بیان کی تو شیخ ابن باز رحمہ اللہ بہت خوش ہوئے اور میری تعریف کی اور مجھے اس بات کا پابند کیا کہ جب بھی میں ریاض آؤں تو ان کے پاس ٹھہروں۔ اسی موقع پر شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے شیخ غلام اللہ رحمتی اور ان کے مدرسے کے لیے ایک طویل تزکیہ لکھا اور شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ کا ماہانہ وظیفہ مقرر کیا جو کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی وفات تک تواتر سے پہنچتا رہا۔

صحیح بخاری پر شیخ رحمہ اللہ کی وسیع نظر کثرتِ اطلاع اور دقتِ فہم پر ایک اور واقعہ بھی پیش خدمت ہے۔ شیخ الحدیث الیاس اثری حفظہ اللہ نے ایک مجلس میں شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ سے صحیح بخاری کے کئی مشکل مقامات کے متعلق سوالات کیے تو شیخ رحمہ اللہ نے تمام اشکالات کے تشفی بخش جوابات دیے۔ اس کے بعد شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ نے شیخ الیاس اثری حفظہ اللہ سے ایک اشکال کے متعلق سوال کیا تو شیخ الیاس اثری حفظہ اللہ کتاب لے کر شیخ رحمہ اللہ کے سامنے بیٹھ گئے اور ان سے کہا: مجھے اس اشکال اور اس کے جواب کا علم نہیں۔ آپ مجھے اس کا حل سمجھا دیجیے تو شیخ رحمہ اللہ نے وہ فوراً حل کر دیا۔

شیخ سلیم اختر حفظہ اللہ [1] شیخ کے علمِ علل کی مہارت اور قوتِ حافظہ کو شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

---

[1] شیخ محترم بہت ہی علم دوست اور علماء سے استفادے کے انتہائی حریص ہیں۔ مجھے 2008ء یا 2009ء میں شیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ نے کہا: مجھ سے سب سے زیادہ استفادہ سلیم اختر نے کیا ہے اور میری کتب کے ابتدا میں جو فوائد اور بطونِ کتب میں جو حواشی میں نے لگائے وہ سب تقریباً شیخ سلیم اختر نے اپنے پاس نقل کیے جب وہ میرے پاس پڑھنے آئے تھے۔

کی زبانی کچھ یوں نقل کرتے ہیں: شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے شیخ غلام اللہ رحمتی کے بارے میں ایک دفعہ بتایا تھا کہ کچھ دن پہلے شیخ غلام اللہ رحمتی میرے مکتبے میں آئے اور میں نے ان سے علل الحدیث اور رواۃ کے بارے میں بے شمار سوالات کیے اور شیخ صاحب نے فوراً جواب دیے۔ شیخ زبیر رحمہ اللہ نے مزید فرمایا کہ میں اب تک جتنے علماء سے ملا ہوں یہ واحد عالم ہیں کہ میں نے ان سے جو بھی سوال کیا انہیں پہلے سے اس کا علم تھا۔ یہ بتاتے ہوئے شیخ زبیر رحمہ اللہ کی آنکھوں میں عجب حیرت تھی۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

اس واقعہ کی تصدیق شیخ صدیق رضا حفظہ اللہ [1] نے بھی کی جو کہ اس وقت شیخ سلیم اختر حفظہ اللہ کے ساتھ ہی تھے اور مزید یہ بھی بتایا کہ یہ غالباً 2006ء یا 2007ء کا واقعہ ہے۔ شیخ صدیق رضا حفظہ اللہ کہتے ہیں: میں نے کئی مرتبہ شیخ زبیر رحمہ اللہ کی زبانی شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ کے متعلق ایسی باتیں سنی۔

شیخ عبدالحمید رحمتی حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں: نوے کی دہائی کی ایک مجلس جس میں شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ اور الشیخ العلامہ المفسر عبدالسلام رستمی رحمہ اللہ [2] بھی موجود تھے۔ دو

---

[1] شیخ بہت ہی بااخلاق اور سلجھے ہوئے عالم ہیں، راقم الحروف کو باقاعدہ دینی علوم کے حصول کی طرف راغب کرنے میں شیخ محترم کے ایک جملے کا بھی بنیادی کردار ہے۔

[2] استاذِ محترم ڈاکٹر فتح الرحمٰن قرشی حفظہ اللہ شیخ عبدالسلام رستمی رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے ملک (سوڈان)، سعودیہ، پاکستان اور اس کے علاوہ کئی ممالک کے مشائخ سے استفادہ کیا، لیکن کسی کو بھی تفسیر میں شیخ عبدالسلام رحمہ اللہ کے ہم پلہ نہیں پایا۔'' اور مزید کہا: ''هو إمام المفسرين في هذا الزمان.''

شیخ فتح الرحمٰن قرشی حفظہ اللہ نے شیخ عبدالسلام رستمی رحمہ اللہ سے مکمل قرآن کی تفسیر عربی میں پڑھی اور ان کے پاس وہ تفسیر کیسٹوں کی صورت میں ریکارڈ موجود ہے۔

تنبیہ: شیخنا غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ وہ پہلے سلفی عالم تھے جنہوں نے اقلیم خیبر پختونخواہ میں رمضان میں دورۂ تفسیر کروانا شروع کیا۔ آپ کے دورۂ تفسیر میں ہزاروں طلباء شریک ہوتے تھے۔ آپ قرآن کی تفسیر، قرآن سے صحیح احادیث، آثارِ صحابہ اور اقوالِ مفسرین ومحدثین اور لغت کے ساتھ کرتے تھے، لیکن جب شیخ عبدالسلام رستمی رحمہ اللہ نے مسلک اہل حدیث قبول کیا اور انہوں نے دورۂ تفسیر شروع کیا تو شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ نے دورہ ترک کر دیا کہ الحمد للہ اب اہل الحدیث اور بھی موجود ہیں دورہ کروانے کے لیے۔ ہمارے شیخ عبدالحمید رحمتی حفظہ اللہ نے اپنے والد شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ کے سات دوراتِ تفسیر میں شرکت کی۔

نوجوان کمرے میں داخل ہوئے ایک نوجوان دونوں مشائخ کے درمیان بیٹھ گیا اور ایک شیخ غلام اللہ رحمہ اللہ کے پیچھے بیٹھا اور دونوں مشائخ سے سوال شروع کر دیئے۔ چند ہی منٹ بعد وہ نوجوان جو دونوں مشائخ کے درمیان موجود تھا اس نے شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی اور جو نوجوان پیچھے بیٹھا تھا وہ ان سوالات وجوابات کو تحریر کر رہا تھا۔ میں چھوٹا تھا اور کچھ فاصلے پر بیٹھا تھا تب ہی میں نے سنا حاضرین میں سے ایک نے دوسرے سے سوال کیا یہ سوال کرنے والا نوجوان کون ہے؟ تو دوسرے نے جواب دیا یہ زبیر علی زئی ہیں جو ہزاروں حدیثوں کے حافظ ہیں۔ یہ مجلس تقریبا ایک گھنٹہ جاری رہی۔ جب دونوں نوجوان اٹھے تو ایک نے دوسرے سے کہا یہ شیخ (غلام اللہ رحمہ اللہ) تو مثلِ سمندر ہیں۔ میں نے ان کے مثل حدیث کی معرفت اور علل پر گرفت رکھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ بعد میں مجھے علم ہوا کہ دوسرا نوجوان شیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ تھا۔

استاد محترم حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ [1] بیان کرتے ہیں کہ ابتدائی زمانے میں جب شیخنا المحدث زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی لائبریری اتنی بڑی نہ تھی اور ان کے پاس مصادر ومراجع کی بھی کمی تھی جب کبھی کوئی حدیث تلاش کے بعد نہ ملتی تو وہ شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ کو فون کرتے تو وہ فوراً فون پر ہی اسی وقت بتا دیتے کہ یہ حدیث فلاں کتاب میں ہے اور اس کتاب کی جلد اور صفحہ نمبر بھی بتا دیتے جس پر مطلوبہ حدیث ہوتی۔ شیخ زبیر رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے شیخ غلام اللہ رحمہ اللہ کو مسند الفردوس جیسی کتاب

[1] میرے استاذ اور مربی جنھوں نے ہر موقع پر بہترین رہنمائی اور مشورہ فراہم کیا۔ آپ شیخ زبیر رحمہ اللہ کے کثیر الملازمۃ، شاگرد رشید اور جانشین ہیں۔ جیسا کہ خود شیخ رحمہ اللہ نے آپ کے متعلق فرمایا: ''عام طور پر محدثین کے بیٹے ان کے راوی ہوتے ہیں، لیکن میرا راوی حافظ ندیم ظہیر ہو گا۔ میرے بارے میں لوگ ندیم سے پوچھیں گے کہ میری رائے وموقف کیا تھا۔'' یہ بات شیخ زبیر رحمہ اللہ نے شیخ تنویر الحق ہزاروی حفظہ اللہ کو کہی۔ (محدث العصر نمبر ص:46)

تک بھی زبانی یاد ہے۔

شیخ زبیر رحمہ اللہ شیخ غلام اللہ رحمتی کے بارے میں فرماتے تھے کہ وہ بحر العلوم ہیں۔

شیخ زبیر رحمہ اللہ کے شاگرد اور دست راست حافظ شیر محمد حفظہ اللہ [1] نے بھی اس بات کو بیان کیا کہ کئی مرتبہ شیخ رحمہ اللہ نے ان کے سامنے بھی یہ بات کہی کہ شیخ غلام اللہ رحمتی علم وحفظ کا سمندر اور پہاڑ ہیں۔

راقم الحروف بھی جب پہلی دفعہ تقریباً 2012ء میں شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ہی شیخنا عبدالحمید رحمتی حفظہ اللہ کو فون کیا اور ہمارے آنے کے متعلق خبر دی، اس علمی سفر میں بھائی وقاص زبیر حفظہ اللہ بھی میرے ہم سفر تھے۔ شیخ عبدالحمید رحمتی حفظہ اللہ نے اس پہلی ہی ملاقات میں جس علم دوستی، محبت اور اپنائیت کا اظہار کیا وہ آج تک دل ودماغ پر نقش ہے اور اسی کے سبب آج تک شیخ سے محبت اور تلمذ کا رشتہ قائم ہے۔ کثر اللہ امثالہ۔ اسی دوران میں پہلی مرتبہ شیخنا غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، آپ کے چہرے کی تروتازگی اور نور کو دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد آ گئی:

((نضر الله امرأ سمع مقالتي، فوعاها، ثم أداها إلى من لم يسمعها، فرب حامل فقه لا فقه له، ورب حامل فقه إلى من هو أفقه منه.)) [2]

حدیث کے ساتھ نصف قرن سے زائد گزارنے کے باعث آپ کے چہرے پر اس بشارت کے آثار نمایاں تھے۔ واللہ اعلم بالصواب

غالباً ۲۰۱۴ء کی بات ہے میں اپنے دو مشائخ الشیخ الدکتور علی بن محمد بن علی آل

---

[1] مجھے ایک مرتبہ شیخ زبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ دو اشخاص کے لیے میں نماز میں سجدے کی حالت میں بھی ہمیشہ دعا کرتا ہوں ان میں ایک شیر محمد بھی ہیں۔

[2] أخرجه أحمد (27/ 301) وغيره.

باروم ❶ اور الشیخ الدکتور عبداللہ بن حامد سنبو ❷ کو شیخ غلام اللہ رحمتی کے پاس لے کر گیا تو شیخ علی باروم نے شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ سے اپنے شیخ محمد بن علی آدم رحمہ اللہ ❸ کی تصنیف ذخیرۃ العقبیٰ کے متعلق سوال کیا تو شیخ نے بتایا کہ میں نے مکمل پڑھی ہے اچھی کتاب ہے تو شیخ علی باروم نے دریافت کیا کہ کیا کچھ ملاحظات ہیں؟ تو شیخ نے کہا: اچھی ہے۔ دوسری مرتبہ پوچھنے پر شیخ نے اسی وقت اپنے حافظے سے چند رُواۃ اور احادیث سے متعلق بتایا کہ فلاں جلد میں انہوں نے ایسے لکھا ہے، جبکہ درست اس طرح ہے، فلاں جلد اور صفحہ پر ایسے ہے جو ایسے درست ہے۔

فضیلۃ الشیخ ابوصہیب محمد نبی حفظہ اللہ ❹ شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

---

❶ شیخ باروم جامعہ ام القری مکۃ المکرّمہ میں استاد ہیں اور نہایت ہی اعلیٰ اخلاق کے حامل بہت مہمان نواز ہیں، پہلی مرتبہ جب ان سے ملاقات ہوئی تو قہوہ اور اس کے لوازمات خود بنائے اور لے کر آئے اور خود برتنوں میں پیش کر رہے تھے۔ ہم نے کہا: ہم خود ڈال لیتے ہیں اور آگے بڑھے تو شیخ نے سختی سے منع کر دیا اور کہا: اعمش رحمہ اللہ کی سختی سے واقف ہیں نا آپ بیٹھ جائیں۔ خوب مہمان نوازی کی اور بہت اکرام کیا۔

❷ شیخ سنبو حفظہ اللہ شیخ العرب والعجم شیخ بدیع رحمہ اللہ کے شاگرد اور جامعہ ام القری کے استاد اور حرم مکی کے مفتی ہیں۔ انتہائی متواضع، منکسر المزاج، خوش اخلاق اور علم دوست شخصیت ہیں۔

❸ محدث مکہ شیخ محمد بن علی آدم ہر فن کے ماہر اور بے نظیر عالم تھے۔ آپ نے جن مشائخ سے پڑھا ان میں مفتی حرم الشیخ العلامہ وصی اللہ محمد عباس بھی شامل ہیں۔ الشیخ ابو علی الحارث الحسنی حفظہ اللہ نے شیخ محمد بن علی آدم رحمہ اللہ کی وفات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا: اگر شیخ کی شرح صحیح مسلم (البحر المحیط الثجاج) کے علاوہ کوئی اور خدمت نہ ہوتی تو ان کی جلالت علمی اور امت کی خدمت کے لیے یہی کافی تھی، انہوں نے اپنی اس شرح کے ذریعے سے ایک ایسے خلا کو پر کیا جو جب سے صحیح مسلم کی تصنیف ہوئی موجود تھا۔"

❹ شیخ الحدیث جامعہ ابن عباس رضی اللہ عنہ پشاور سابقاً و شیخ الحدیث بالجامعہ المحمدیہ بشاور حالیاً، نہایت ہی مہمان نواز با اخلاق اور عجب صلاحیتوں کے مالک ہیں اور شیخ غلام اللہ رحمتی کے اجل تلامذہ میں سے ہیں۔

آپ نے مکمل رحیق المختوم کا خلاصہ بنام (نظم المرجان فی سیرۃ سید الانام محمد ﷺ خلیل الرحمٰن) عربی زبان میں بصورت اشعار لکھا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی بے شمار کتب عربی و پشتو میں ہیں جن میں (ارشاد الامۃ الی فقہ الکتاب والسنۃ) ۲۳ جلدیں (عربی)، (نیل الوطر من عقیدۃ اھل الأثر) ۲ جلدیں (عربی) وغیرہما شامل ہیں۔

"شيخنا المبجل، نادرة الدهر ومحدث العصر الشيخ غلام الله بن رحمت الله الكاكرى من أوعية العلم ومن العلماء البارزين الذين صرفوا أكثر عمرهم لخدمة الإسلام والمسلمين والدفاع عن السنة النبوية والرد على أهل البدعة كان من أعلام أهل عصره بل هو فريد دهره ونادرة عصره جبل من جبال العلم وبحر من بحوره كان هو الزكى الأكمل واللوذعى الأبجل قد أنعم الله عليه من فرط ذهنه وتوقد ذكائه مالا يوجد مثله إلا قليل."

شیخ ابوصہیب حفظہ اللہ شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ کی وسعت علمی، تبحر، بیدار مغزی، حاضر جوابی اور عجب حافظے کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

جس سال ہماری فراغت ہوئی اہل البدعۃ میں سے کسی ایک نے اہل الحدیث کے خلاف ایک کتابچہ نشر کیا۔ جس میں اہل الحدیث پر مختلف قسم کے بے بنیاد اتہمات لگائے گئے تھے۔ ہم وہ کتابچہ لے کر شیخ محترم کے پاس حاضر ہوئے تو شیخ نے کہا: پڑھو تو ہم شیخ کو وہ کتابچہ پڑھ کر سنانے لگے۔ ہم اس کی ایک ایک بات پڑھتے جاتے تو شیخ کہتے: قاتلهم الله یہ تو ہم پر بہتان ہے بلکہ یہ مسئلہ حقیقتاً تو ان کا اپنا ہے اور ان کی کتب میں موجود ہے۔ یہ مسئلہ ان کی فلاں فلاں کتاب کی فلاں فلاں جلد اور فلاں فلاں صفحے پر موجود ہے۔ شیخ محترم نے اتنی کثرت سے حوالہ جات جلد اور صفحہ نمبر کے ساتھ عبارات پڑھ کر بیان کیے کہ ہمیں شیخ کے متعلق بدگمانی ہونے لگی کہ شیخ جو یہ حوالہ جات دے رہے ہیں آیا صحیح بھی ہیں کہ نہیں!!! ایک انسان کا اتنا حافظہ کیسے ہوسکتا ہے کہ فوراً بغیر تاخیر کے یا کتب کی مراجعت کئے اتنے حوالے حافظے سے بیان کردے اور ساتھ ہی ساتھ جلد نمبر اور صفحہ نمبر بھی بیان کرے اور عبارات بھی پڑھ کر سنائے۔ اس موقع ومقام پر شیخ محترم جن کتب کے حوالے دے رہے تھے ان میں سے اکثر اس وقت وہاں موجود

نہ تھیں، یہاں تک کہ شیخ نے ملا علی قاری کی عبارت کا حوالہ مشکاۃ کے حاشیے کے حوالے سے بیان کیا کہ ملا علی کہتے ہیں: ''خالی ورق سے استنجا کرنا جائز نہیں لیکن اگر اس ورق پر منطق لکھی ہو اور اس پہ اللہ کا ذکر نہیں تو اس سے استنجا جائز ہے۔'' (1) تو ایک طالب علم فوراً مشکوٰۃ لے آیا اور مشکوٰۃ کھول کر شیخ کے بیان کردہ صفحہ کو تلاش کرنے لگا جب مطلوبہ صفحے پر پہنچا تو اس پر بالکل بعینہ وہی عبارت تھی جو برجستہ شیخ محترم نے اپنے حافظے سے بیان کی تھی۔

شیخ ابوصہیب ہی بیان کرتے ہیں کہ شیخ کی عادت تھی کہ آپ دروس ومحاضرات میں کثیر تعداد میں آیات، احادیث وآثار اپنے حافظے سے بیان کرتے اور ان کے حوالہ جات صفحہ نمبر تک کے ساتھ بیان کرتے۔ ایک دفعہ باجوڑ ایجنسی (خیبر پختونخواہ) میں آپ کا محاضرہ تھا، ہم نے محاضرے سے چند گھڑیاں پہلے آپ کو آگاہ کیا کہ یہاں ایک مدرسہ ہے جو منطق، فلسفہ اور علم کلام کی تعلیم کے حوالے سے بہت مشہور ہے۔ اس مدرسے کے طلاب بھی آج کے محاضرے میں آرہے ہیں۔ شیخ نے جب محاضرہ شروع کیا تو عجیب وغریب فلسفی منطقی اور کلامی انداز تھا اور اس میں آپ منطق فلسفہ اور علم کلام (مثل قاضی مبارک، حمد اللہ، میر زاہد اُمور عامہ، ہدایت الحکمہ، وغیرہ) کی کتب کے حوالوں کا انبار لگا رہے تھے۔ گویا ایک سمندر تھا جو بہتا چلا جارہا تھا تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا اور آپ کتب منطق، فلسفہ اور علم کلام سے پورا پورا صفحہ اور دو دو صفحات مکمل عبارات اپنے حافظے سے بیان کررہے تھے۔ تو مدرسے کے منطق وفلسفہ پڑھنے اور پڑھانے والے جن کی شہرت دور دور تک تھی شیخ کے حافظے اور ان علوم پر پختگی پر عجب حیرت میں مبتلا اور انگشت بدنداں ہوگئے اور کہنے لگے کہ یہ شیخ ان علوم میں اتنے ماہر ہیں کہ ان کا کوئی ثانی نہیں تو ان کی مہارت قرآن وحدیث میں کیسی عجیب ہوگی، یہ تو حقیقتاً شیخ القرآن والحدیث ہیں۔

(1) یہ عبارت مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح 1/ 380 پر بھی موجود ہے۔

اکثر ایسا ہوتا کہ طالب علم آپ کے پاس کتاب لے کر آتا اور کتاب کا رخ طالب علم کی جانب ہوتا، شیخ اپنی انگلی سطر پر رکھتے جبکہ کتاب کا رخ طالب علم کی طرف ہی ہوتا اور کئی کئی صفحے اپنے حافظے سے پڑھ دیتے اور کئی دفعہ ایسے ہوتا کہ کتاب کا حوالہ دیتے اور کہتے یہ کتاب میں نے تیس سال پہلے پڑھی تھی۔

شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ کے شیخ عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ سے گہرے تعلقات تھے۔ شیخ عطاء اللہ رحمہ اللہ بھی شیخ محترم سے بہت محبت کرتے اور ان کا اکرام بھی کرتے، شیخ عطاء اللہ رحمہ اللہ نے شیخ غلام اللہ رحمتی کو اس بات کا پابند کیا تھا کہ جب بھی لاہور آئیں تو رات ان ہی کے پاس قیام کریں اور اپنے بیٹے شیخ احمد شاکر اور پوتوں کو بھی شیخ غلام اللہ کی عزت وتکریم کرنے کی وصیت کی۔ اسی لیے شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ جب کبھی لاہور جاتے تو ان کے پاس ضرور جاتے، ان کے مکتبے میں قیام کرتے قیمتی اور نادر کتب کی ورق گردانی کرتے اور شیخ کے ساتھ علمی مجالس بھی ہوتیں۔ تقریبا رات کا اکثر حصہ مطالعہ اور علمی گفتگو میں ہی گزرتا اور بہت کم نیند کیا کرتے۔ شیخ عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے شیخ غلام اللہ رحمتی کو بہت ساری نادر اور قیمتی کتب ہدیہ بھی کیں۔ شیخ بدیع الدین رحمہ اللہ سے بھی شیخ رحمتی رحمہ اللہ کو اجازۃ الحدیث حاصل ہے اور شیخ بدیع نے شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ کو اپنی جو ثبت اجازۃ الحدیث دیتے ہوئے عنایت کی اس میں شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ کو (المحدث غلام اللہ رحمتی) لکھا ہے اور یہ تقریبا ۱۹۸۴ یا ۱۹۸۵ء کا واقعہ ہے جب کوئٹہ میں شیخین کی شیخ حبیب اللہ قندھاری کے مدرسہ میں ملاقات ہوئی تھی۔

شیخ واصل واسطی حفظہ اللہ [1] شیخ محترم کے بارے میں کہتے ہیں (میں نے مولانا رحمتی

---

[1] شیخ محترم تمام علومِ عقلیہ ونقلیہ کے ماہر اعلیٰ اخلاق کے حامل بہترین مدرس اور مؤلف ہیں۔ آپ کی تبحر علمی اور رسوخ پر آپ کی کتاب ''عقیدہ سلف پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' بہترین شاہد ہے جس کی اب تک تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور چوتھی جلد عنقریب چھپ کر مکتبات کی زینت بنے گی۔ ان شاء اللہ۔ اور یہ سلسلہ تقریبا دس جلدوں میں مکمل ہو گا۔ ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ شیخ محترم کو ایمان، صحت اور عافیت سے نوازے۔ (آمین)

کو پہلی دفعہ ریلوے گراونڈ کوئٹہ میں سنا بعد میں تو متعدد بار جامعہ سلفیہ میں سنا۔

پہلی چیز جس نے مجھے متاثر کیا وہ یہ تھا کہ جناب درسِ حدیث دے رہے تھے، آپ یقین کریں کہ وہ جو استدلالات پیش کر رہے تھے، میں حیران رہ گیا، وہ حدیث پڑھتے تھے، میرا خیال ہوتا تھا کہ اس حدیث کا اس موضوع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر جب وہ اس کی تشریح کرتے اور مناسبت مع الموضوع بیان کرتے، تو بندہ انگشت بدندان رہ جاتا۔

دوسری چیز جس نے مجھے متاثر کیا وہ ان کے حافظے نے متاثر کیا، وہ حدیثیں اور اقوال محدثین اس طرح بیان کرتے تھے، جیسے وہ ابھی مطالعہ کر کے اٹھے ہوں، حالانکہ ان کی تقریریں فی البدیہہ ہوتی تھی۔

تیسری چیز جس نے متاثر کیا وہ یہ تھی کہ دعوت کا خود بخود موقع پیدا کرتے تھے، ہم لوگ تو موقع کی تلاش میں ہوتے ہیں، وہ جب کسی آدمی کو بے خبر گمان کرتے تو دین کی بات شروع کرتے اور مخاطب کے دل سے کانٹے نکال دیتے، اور اپنی دعوت پہنچا دیتے، اس عادت میں ان کو بالکل منفرد پایا، رحمه الله رحمةً واسعةً.

شیخ غلام اللہ رحمتی کی کتب کو جمع کرنے اور ان کا مطالعہ کرنے کا شغف انتہائی دلچسپ اور عجیب تھا۔ کئی مرتبہ شیخ مہینے کے شروع میں ہی محلّہ جنگی جاتے اور ساری تنخواہ کی کتب خرید لاتے اور خالی جیب واپس آتے، پھر پورا مہینہ شیخ اور ان کے گھر والوں کا گزارا صرف سوکھی روٹی پر ہوتا یا کبھی کسی قریبی سے قرض لے کر گزر بسر کرتے۔

شیخ محترم کے کثرت مطالعہ اور مطالعہ سے جنون کی حد تک محبت کا یہ عالم تھا کہ بیماری کے ایام میں بھی آپ نے مطالعہ کو ترک نہ کیا [1] اور اس سال جس میں آپ کی

---

[1] شیخ رحمہ اللہ کا آخری سالوں میں بھی یہ معمول تھا کہ بیماری اور بڑھاپے کے باوجود آپ باقاعدگی سے طلباء کو پڑھاتے اور اس کی وجہ سے آپ کی طبیعت خوشگوار رہتی اور اگر کبھی کسی دن آپ طلباء کو نہ پڑھاتے تو آپ کی طبیعت بوجھل ہو جاتی اور آپ اضطراب محسوس کرتے۔ شیخ رحمہ اللہ کا یہ عمل شیخ الاِسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس واقعہ کی یاد تازہ کرتا ہے جس کو امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب روضة المحبين ونزهة ⇦⇦

وفات ہوئی ذخیرۃ العقبیٰ ❶ کو دوسری مرتبہ مکمل پڑھا اور اپنی وفات سے ایک ہفتہ پہلے آپ نے الجامع الکامل فی الحدیث الصحیح الشامل ❷ کی پہلی پانچ جلدیں مطالعہ کیں اور اس کتاب کی تعریف کی اور کہا: "کتاب جید جداً فی بابه قد افرغ جهدًا فی جمعه" اور پانچ نمبر جلد آپ کی وفات کے وقت بھی آپ کے بستر کے پاس ہی پڑی تھی۔

⇐⇐ المشتاقین (ص 109 ط دار عالم الفوائد) میں ذکر کیا ہے: (مجھے ہمارے شیخ (ابن تیمیہ رحمہ اللہ) نے بیان کیا میں ایک ایسے مرض میں مبتلا ہوا جس کے باعث طبیب نے مجھ سے کہا کہ علمی مسائل میں غور و خوض اور کثرتِ مطالعہ آپ کی اس بیماری میں اضافے کا سبب بنے گا (اس لیے کچھ عرصہ علمی مشاغل اور مطالعہ ترک کر دیں)، میں نے طبیب سے کہا: میں علم اور مطالعہ سے دور نہیں رہ سکتا، میں آپ کے ساتھ اسی علم کے ذریعے سے گفتگو کرتا ہوں، بھلا مجھے بتلائیے کیا جو چیز نفس کو خوشی اور راحت بخشے اس کے ذریعے سے بیماری ختم اور جسم توانا نہیں ہوتا؟ طبیب نے کہا: بالکل ایسا ہوتا ہے تو میں نے طبیب سے کہا: علم کے ذریعے سے مجھے خوشی اور راحت ملتی ہے اور میری بیماری ختم ہوتی ہے تو طبیب نے کہا: یہ آدمی (شیخ الاسلام) ہمارے علاج سے باہر ہے۔

شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ طلبا کے ساتھ انتہائی نرمی شفقت اور صبر برتتے۔ کئی کئی گھنٹے بیماری کے باوجود سماع حدیث کے لیے تشریف رکھتے اور انتہائی انہماک سے سماع کرتے۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات سے تین دن پہلے بھی آپ کے تلامذہ میں سے بعض نے آپ پر قراءت کی اور اپنی وفات سے دو روز قبل شیخ عبدالحمید سے سوال کیا: آج میرے شاگرد مجلس حدیث کے لیے کیوں حاضر نہ ہوئے تو شیخ عبدالحمید نے شیخ کو بتلایا کہ میں نے آپ کے شاگردوں کو یہ کہا ہے کہ شیخ مریض ہیں جب آپ کی صحت کچھ بہتر ہوگی تو میں ان کو خبر کر دوں گا وہ دوبارہ قراءت کے لیے حاضر ہوں گے۔

❶ ذخیرۃ العقبیٰ، سنن نسائی کی سب سے ضخیم اور انتہائی عمدہ شرح ہے جو کہ بیالیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس شرح میں شارحینِ حدیث کی مختلف شروحات سے بہت عمدگی اور ترتیب کے ساتھ انتخاب کیا گیا ہے اور شیخ کے اپنے فوائد، استدلالات، مشکلات کا حل اور مشکل عبارتوں کی توضیح بہت ہی احسن اور لاجواب انداز میں کی گئی ہے۔ کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ کسی حدیث میں کوئی اشکال پیش آیا تو اس کا حل اس شرح کے علاوہ کسی اور شرح میں نہ پایا۔

❷ یہ کتاب فضیلۃ الشیخ ضیاء الرحمٰن الاعظمی رحمہ اللہ کا علمی کارنامہ ہے جس میں انہوں نے اپنی تحقیق کے مطابق تقریباً تمام صحیح احادیث کو جمع کر دیا ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن مکتبہ دارالسلام سے بارہ جلدوں میں طبع ⇐⇐

آپ بہت ہی سریع المطالعہ تھے ایک رات میں ایک ضخیم جلد کا مطالعہ بآسانی کر لیتے تھے اور اگر آپ کوئی نئی کتاب خریدتے تو جب تک اس کو مکمل پڑھ نہ لیتے آپ کی طبیعت میں بے چینی رہتی اور نیند بھی صحیح سے نہ کر پاتے۔

اور کئی مرتبہ شیخ رحمہ اللہ کو کوئی کتاب ہدیہ ملتی تو آپ اس کتاب کا مطالعہ کرتے، پھر وہ کتاب دوبارہ اپنے پیسوں کی خریدتے اور دوبارہ اس کا مطالعہ کرتے اور کہتے مفت کی کتاب پڑھنے میں مجھے مزہ نہیں آتا، شیخ مفت کی کتاب پڑھنے میں کچھ ہرج محسوس کرتے تھے، اسی لیے آپ کے مکتبے میں کئی کتب کے دو دو نسخے ہیں، مثلاً مسند احمد بتحقیق الشیخ شعیب الارناوط وغیرہ کا ایک نسخہ مفت ملا اور ایک شیخ نے خریدا، ایسے ہی بہت ساری کتب ہیں جو شیخ محترم کو ایک نسخہ مفت ملا، پھر بعد میں آپ نے وہ نسخہ خریدا بھی۔ [1]

⇐ ہوا جبکہ دوسرا طبع مکتبہ بیت السلام سے انیس جلدوں میں طبع ہوا۔

تنبیہ: شیخ کی وفات سے چند ماہ قبل مدینہ طیبہ میں ان کے گھر میں ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے یہ سوال کیا کہ اس کتاب کا جو اصل مضمون ومقصود ہے صحیح احادیث کو جمع کرنا تو اس اصل مضمون ومقصود میں پہلے اور دوسرے طبع میں کتنا فرق ہے؟ تو شیخ رحمہ اللہ نے جواب میں کہا تقریباً پچاس احادیث کا فرق ہے (کچھ جن کو پہلے طبع میں صحیح کہا تھا اس طبع میں ان کا ضعیف ہونا راجح معلوم ہوا اور بعض احادیث پہلے طبع میں رہ گئی تھیں ان کو اس طبع میں شامل کیا گیا ہے)

[1] کئی علماء یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کے مکتبے میں ایک ہی کتاب کے کئی نسخے ہوں، مثلاً جاحظ (الحیوان 1/44) لکھتے ہیں: "حدّثني موسى بن يحيى قال: ما كان في خزانة كتب يحيى (والد موسى بن يحيى)، وفي بيت مدارسه كتاب إلّا وله ثلاث نسخ." ایسے ہی امام صفدی اپنی کتاب (الوافي بالوفيات 18/202، 19/56) میں القاضي عبد الكريم بن علي بن الحسين الرئيس الأثير أبو القاسم اللخمي البيساني العسقلاني (المتوفی 621ھ) کے بارے میں لکھتے ہیں: وہ کتب جمع کرنے کے بڑے ہی حریص تھے، یہاں تک کہ ان کے مکتبہ میں تقریباً دو لاکھ کتب تھیں، اور ہر کتاب کے کئی کئی نسخے تھے، علامہ صفدی کہتے ہیں: یہ مکتبہ ہمارے زمانے تک بھی موجود ہے اور ہم نے اس کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ جب (المسند المصنف المعلل) [1] طبع ہوئی تو مجھے یہ کتاب دیکھنے کا بہت اشتیاق تھا۔ مجھے معلوم پڑا کہ یہ کتاب شیخنا غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ کے پاس پہنچ چکی ہے اور اس وقت تک میری معلومات کے مطابق پاکستان میں یہ کتاب کسی اور کے پاس نہ تھی۔ میں پشاور گیا تو اس کتاب کو دیکھنے کے لیے شیخ عبدالحمید رحمتی حفظہ اللہ کے پاس بھی گیا اور ان سے دریافت کیا کہ کتاب مکتبے میں کس جگہ رکھی گئی ہے میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں تو شیخ عبدالحمید رحمتی حفظہ اللہ نے بتایا کہ وہ مکمل کتاب والد محترم کے پاس گھر میں موجود ہے اور شیخ اس کا مطالعہ کر رہے ہیں اور جب بھی کوئی نئی کتاب آتی ہے جب تک شیخ اس کا مطالعہ نہ کرلیں وہ مکتبے میں نہیں آتی۔

شیخ رحمہ اللہ جب مدارس میں رائج تمام علوم اور فنون سے فارغ ہوئے اور قلیل ہی عرصے میں آپ کی عمدہ تدریس اور مہارت علمی کی کچھ شہرت ہوئی تو طلاب علم، علم کے حصول کے لیے آپ کی طرف سفر کرنا شروع ہوئے۔ فراغت کے کچھ سال بعد جب قندھار میں تدریس کر رہے تھے اور اس وقت شیخ ابھی بالکل نوجوان تھے آپ کی داڑھی بھی صحیح سے نہ آئی تھی اس وقت کے ایک واقعہ کو شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد کے ایک کونے میں بیٹھا تھا چند افراد بعض بڑی بڑی کتب اٹھائے مسجد میں داخل ہوئے، پھر مسجد سے متصل حجرے میں چلے گئے، پھر واپس مسجد میں آئے اور مجھ سے کہنے لگے: اے بچے! تمہارے شیخ کدھر ہیں تو میں نے کہا: کون سے شیخ؟ انہوں نے کہا: شیخ غلام اللہ رحمتی جو یہاں اس مسجد میں مدرس ہیں۔ میں نے کہا: آپ کو ان

[1] یہ عظیم کتاب اکتالیس جلدوں پر مشتمل ہے جسے شیخ بشار عواد اور ان کے رفقاء نے تیار کیا ہے۔ اس کتاب کی تیاری میں علماء کی ایک جماعت نے تقریباً تیس سال کا عرصہ لگایا ہے۔ اس کتاب میں حدیث کی اکیس بنیادی کتب کی تمام احادیث و اسانید کو بہترین اور احسن انداز میں جمع کیا گیا ہے۔ مزید برآں کہ ان احادیث کی مزید تخریج اور ائمہ علل اور نقاد کے ان احادیث کے متعلق اقوال کو بھی جمع کیا گیا ہے۔ مخطوطات کی مدد سے مختلف کتب میں موجود ہزاروں اغلاط کی نشاندہی اور ان کی تصحیح کی گئی ہے۔

یہ کتاب علمِ حدیث سے شغف رکھنے والے ہر طالبِ علم اور عالم کے مکتبے کی زینت ہونی چاہیے۔

سے کیا کام ہے؟ انہوں نے کہا: ہم ان کے پاس ٹھہر کے ان سے منطق کی کچھ کتب پڑھنا چاہتے ہیں تو میں نے کہا: مجھے ہی غلام اللہ کہتے ہیں اور میں ہی اس مسجد میں مدرس ہوں۔ وہ عجیب حیرت میں مبتلا ہو گئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے، پھر اس بات پر متفق ہو گئے کہ رات مسجد میں گزار کر صبح یہاں سے روانہ ہو جائیں گے، لیکن جب انہوں نے مجھے طلباء کو پڑھاتے ہوئے سنا تو ان میں سے ایک آگے بڑھ کر حلقہ درس میں شامل ہو گیا پھر دوسرا اور ایسے سارے حلقہ درس میں آ گئے اور کہنے لگے: ہم نے اس کے مثل کوئی نہیں دیکھا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی جن ہے۔ درس کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا: ہم آپ کے ساتھ رہیں گے اگر ہم مزید آپ کے طریقۂ تدریس اور علم سے متاثر ہو گئے تو آپ کی مکمل شاگردی اختیار کر لیں گے ورنہ ہم کسی دوسرے شیخ کی طرف رختِ سفر باندھیں گے۔ پھر وہ وقت آیا کہ یہ طلاب شیخ کے اخص تلامذہ میں شمارہ ہوئے۔ شیخ سے قندھار میں بھی پڑھا اور ان کے ساتھ قندوز بھی گئے اور وہاں اپنی تعلیم مکمل کی۔ ❶

جب شیخ رحمہ اللہ اپنی تعلیم مکمل اور کئی سال تدریس کرنے کے بعد واپس اپنے گاؤں کو لوٹے تو آپ کے ساتھ آپ کے پچیس تلامذہ کی ایک جماعت بھی تھی جنہوں نے بڑی بڑی کتابیں اٹھا رکھی تھیں اور اس وقت تک شیخ کی شہرت کافی ہو چکی تھی تو اہل علاقہ

❶ شیخ رحمہ اللہ کے ان طلبہ میں ایک ابو الحفاظ مولوی صالح محمد ارغستانی بھی تھے جو شیخ سے عمر میں کافی بڑے تھے، مجھے معلوم ہوا کہ وہ کوئٹہ کے کسی دور دراز علاقہ میں رہتے ہیں تو کئی احباب سے رابطہ کر کے ان کے متعلق دریافت کرنے کی کوشش کی تا کہ ان کے متعلق اور ان کی فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں شیخ کے متعلق کچھ مزید لکھ سکوں، مگر کافی تگ و دو کے بعد یہ معلوم پڑا کہ 2015 میں ان کی وفات ہو چکی ہے۔ انہوں نے شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ سے قندھار میں پڑھا اور ان کے ساتھ ان کے گاوں قندوز بھی گئے، شیخ غلام اللہ رحمہ اللہ بھی اس زمانے میں حنفی تھے، بعد میں شیخ رحمہ اللہ نے مسلک سلف مسلک اہل الحدیث قبول کیا، شیخ صالح محمد آخر عمر تک حنفی ہی رہے انہوں نے کوئٹہ میں ایک مدرسہ بنایا جس کے شیخ الحدیث اور شیخ التفسیر شیخ صالح محمد خود ہی تھے۔

اشتیاق سے اس قافلے کے پاس آتے اور ان سے پوچھتے کہ تم میں شیخ غلام اللہ کون ہیں؟ کیونکہ شیخ کافی عرصے بعد اپنے علاقے کو لوٹے تھے، اس لیے اہل علاقہ ان کو پہچان نہ پائے۔ جب ان کو بتلایا جاتا ان بڑی بڑی داڑھیوں اور کشادہ پگڑیوں والوں کے درمیان یہ چھوٹی سی داڑھی والا نوجوان غلام اللہ رحمتی ہے تو وہ تعجب کرتے۔

شیخ رحمہ اللہ نے اس کے بعد اپنے ہی علاقے میں پچیس سال اپنے چچاؤں کی طرف سے بنائے گئے مدرسے میں تدریس کا فریضہ سرانجام دیا جو کہ شیخ کے لیے ہی تعمیر کیا گیا تھا، پھر اس کے بعد جب آپ ہجرت کر کے پاکستان آئے تو کئی سو مدارس آپ کے زیر انتظام رہے اور جامعۃ الامام البخاری کی تاسیس بھی شیخ محترم نے ہی شیخ جمیل الرحمٰن رحمہ اللہ کے حکم پر کی اور ہجرت کے بعد بیالیس سال تواتر کے ساتھ آپ نے مختلف مدارس میں بہترین انداز سے تدریس کو جاری رکھا۔

شیخ کے قریبی ساتھی حاجی سربلند رحمہ اللہ [1] بیان کرتے ہیں: ۱۹۸۷ء میں جب وہ شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ کے ساتھ مدینہ میں تھے تو شیخ کا معمول یہ ہوتا کہ صبح کو مدینہ کے مکتبات کا چکر لگاتے، کتب خریدتے اور جب ہم رہائش گاہ پر واپس آتے تو شیخ رحمہ اللہ ان خریدی گئی کتب کے مطالعہ میں مشغول ہو جاتے اور رات کا اکثر حصہ مطالعہ میں ہی گزارتے ہم نے شکایت کی کہ روشنی کے سبب سے ہمیں سونے میں مشکل ہوتی ہے آپ اگر سو جائیں اور لائٹ بند کر دیں تو ہم بھی سو سکیں گے۔ اس کے بعد شیخ رحمہ اللہ کا معمول یہ تھا کہ وہ ہمارے ساتھ ہی لیٹ جاتے اور ہمارے سامنے یہ ظاہر کرتے جیسے وہ سو گئے ہیں مگر حقیقت میں وہ سوئے نہ ہوتے بلکہ وہ ہمارے سونے کا انتظار کرتے اور جب وہ محسوس کرتے کہ ہم سو گئے ہیں تو وہ چراغ جلا لیتے اور ساری رات مطالعہ میں مشغول رہتے اور صبح کے بعد کچھ وقت کے لیے نیند کرتے۔

---

[1] ہنستا مسکراتا روشن چہرہ، طلبہ وعلماء کے خدمتگار مولوی سربلند صاحب کتابوں کے تاجر تھے اور کتابوں کا عمدہ ذوق رکھتے تھے، اور علوم دینیہ کی اچھی درک رکھتے تھے۔ 14 فروری 2021 کو فوت ہوئے۔ ان شاء اللہ ان پہ مستقل ایک مضمون لکھنے کی کوشش کروں گا۔

شیخ رحمہ اللہ نے علم کے حصول کا آغاز اپنے والد صاحب رحمہ اللہ سے کیا،علم کے حصول کے لیے آپ نے اپنا پہلا سفر اس وقت کیا جب آپ کی عمر صرف آٹھ برس تھی اور اس سفر میں آپ کے ساتھ آپ کے چچا ملا خیر اللہ رحمہ اللہ بھی تھے۔اس کے بعد آپ نے علم کے حصول کے لیے متعدد اسفار کیے، مثلاً بغلان ،مزار شریف ، قندھار، کوئٹہ، لاہوروغیرہ۔

میں نے شیخنا عبدالحمید رحمتی حفظہ اللہ سے ایک کتاب (الحسرات فی من رحل للسماع علی محدث فوجده قد مات❶) کا ذکر کیا تو شیخ عبدالحمید حفظہ اللہ نے بتلایا کہ شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ بھی ایک عالم سے علم حاصل کرنے کی غرض سے پیدل باجوڑ گئے ،لیکن جب وہاں پہنچے تو ان عالم کا جنازہ پڑھا جارہا تھا۔آپ بھی جنازے میں شریک ہوئے اور واپس لوٹ آئے۔

شیخ عبدالحمید رحمتی حفظہ اللہ کہتے ہیں : بظاہر دو متعارض روایات جمع کرنے میں آپ رحمہ اللہ سے بڑھ کر ماہر میں نے کوئی نہیں دیکھا اور آپ رحمہ اللہ کہتے تھے: جس کو دو صحیح احادیث میں تعارض نظر آئے میں اس کو حل کر کے دیتا ہوں، کیوں کہ حدیث وحی الٰہی ہے اور وحی الٰہی میں تعارض نہیں ہوسکتا۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے شیخ کو علم کی دولت سے نوازا تھا ویسے ہی اس علم اور دعوتِ حق کو

❶ یہ بہت ہی دلچسپ اور عجیب کتاب ہے اس میں ان علماء کے اسفار کے ذکر کیا گیا ہے جنھوں نے کسی شیخ سے استفادہ کے لیے سفر کیا مگر جب اس شیخ کے علاقے میں پہنچے تو شیخ کی وفات کا اعلان ہورہا تھا، یا ان کا جنازہ ہورہا تھا، یا ان کے شہر پہنچنے پے تو عالم زندہ تھے مگر ان کے شیخ کی مجلس میں حاضر ہونے سے پہلے وہ فوت ہو گئے۔

علم کے حوالے سے ایسے دلچسپ واقعات کے شوقین حضرات درج ذیل کتب کا بھی مطالعہ کر سکتے ہیں:

١۔ جامع بیان العلم ٢۔ مفتاح دارالسعادة ٣۔ العلماء العزاب الذین آثروا العلم علی الزواج ٤۔ المشوق الی القراء ة وطلب العلم ٥۔ صفحات من صبر العلماء وفضله ٦۔ قیمة الزمن عندالعلماء .

آگے پہنچانے کا جذبہ بھی آپ کو وافر عطا کیا تھا۔آپ ہر وقت اور ہر مقام پر حق بات کو واضح کرتے اور باطل کا دلائل کے ساتھ رد کرتے۔حق کے اسی راستے پر چلنے کی پاداش میں آپ کو کئی دفعہ پابندِ سلاسل کیا گیا۔آپ تقریباً دس سال افغانستان میں پابند سلاسل رہے اور اس دوران میں آپ پر شدید تشدد کیا گیا مگر اس عرصے میں بھی آپ دین کا علم پڑھانے سے غافل نہ رہے بلکہ اس تمام عرصے میں آپ نے درس وتدریس جاری رکھی اور کئی طلابِ علم نے اپنی پیاس بجھائی اور بے شمار لوگوں کی اصلاح کا آپ سبب بنے۔

مزید ستم یہ کہ جاہل اور مفاد پرست علماء کی ایک بڑی جماعت جن کی تعداد سات سو سے متجاوز تھی، انہوں نے قاضی کے سامنے آپ کی تکفیر اور تضلیل کے فتوے جاری کیے جو کہ سراسر جہالت، ظلم، حسد، دشمنی اور بہتان پر مبنی تھے۔

اہل بدعت پر آپ کی بہت ہیبت تھی اور وہ آپ سے شدید خوف کھاتے تھے۔

شیخ ابوصہیب حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کئی سارے اہل بدعت جن کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے سنت کا نور عطا کیا ان سے یہ سنا کہ ہمارے مشائخ شیخ غلام اللہ رحمتی سے ایسے ہیبت کھاتے تھے جیسے لومڑی شیر سے ہیبت زدہ ہوتی ہے۔

دعوتِ حق کی پاداش میں کئی دفعہ آپ پر قاتلانہ حملے ہوئے جن میں سے ایک حملے میں آپ کے محافظ جو کہ آپ کے چچا کے بیٹے تھے شہید ہو گئے۔ان شاء اللہ۔ ایسے ہی ایک اور حملے میں آپ کا ڈرائیور شہید ہو گیا۔ان شاء اللہ۔ اور اس دوسرے حملے میں شیخ بھی شدید زخمی ہوئے اور موت کے قریب جا پہنچے اور شیخ کی بینائی بھی ختم ہو گئی، پھر اللہ رب العزت نے آپ کو صحت دی اور آپ کی بینائی بھی لوٹ آئی۔

۱۹۸۴ء میں جب شیخ جمیل الرحمٰن رحمہ اللہ [1] نے جماعۃ الدعوۃ الی القرآن والسنۃ کے قیام کا فیصلہ کیا تو شیخ رحمہ اللہ ان کے قریبی ساتھیوں اور جماعت کے بانیوں میں سے

[1] شیخ رحمہ اللہ پہلے پنج پیری تھے، مسلک اہل حدیث قبول کرنے کا ذریعہ آپ کا ذاتی مطالعہ حق قبول کرنے کا جذبہ اور شیخ غلام اللہ رحمہ اللہ کی دعوت ومحنت بنا۔

تھے۔ دعوت واصلاح اور فتویٰ کی ذمہ داری شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ کوسونپی گئی اور آپ شیخ جمیل الرحمٰن رحمہ اللہ کے نائب بھی رہے۔

خیبر پختونخواہ اور اس کے گرد ونواح میں 3 افراد نے توحید وسنت کی دعوت کو خوب عام کیا، اور ایک کثیر تعداد میں لوگ ان کی دعوت کے باعث کتاب وسنت کی طرف لوٹ کر آئے ان میں پہلے شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ دوسرے شیخ عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ اور تیسرے شیخ حبیب اللہ سلفی رحمہ اللہ، یہ تینوں مشائخ مختلف علاقوں میں جاتے وہاں لوگوں کو دعوت دیتے ایک اور خاص انداز جو۳ افراد پر مشتمل جماعت نے اپنایا وہ کچھ یہ تھا کہ شیخ حبیب اللہ رحمہ اللہ جمعرات کو اپنے موٹر سائیکل پہ دور دراز کے علاقوں کی مسجد میں جاتے، آپ کی داڑھی بھی کافی بڑی تھی۔ اور وہاں پہ موجود امام یا خطیب کو کہتے میں کچھ بیان کرنا چاہتا ہے ہوں وہ ان کے حلیہ سے متاثر ہوکر ان کو اجازت دے دیتے، جب وہ بیان شروع کرتے اور کتاب وسنت کی دعوت دیتے تو کئی ائمہ کے ساتھ جھگڑا ہو جاتا وہ صحیح وخالص کتاب وسنت کی دعوت سے غافل ہوتے اس لئے جھگڑے پہ اتر آتے تو شیخ حبیب اللہ مناظرے کا چیلنج دے دیتے، پھر جب مناظرے کی بات طے ہو جاتی تو شرائط وغیرہ اور جمیع معاملات شیخ عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ جاکر طے کرتے اور مناظرے کے لئے شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ کو ساتھ لے جاتے اور شیخ رحمہ اللہ مناظرہ کرتے۔ دیر سے لے کر ڈیرہ اسماعیل خان تک شیخ حبیب اللہ نے یہ دعوت پہنچائی شیخ عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ نے شرائط کیں اور شیخ غلام اللہ رحمہ اللہ نے مناظرہ کیا اور اس طرح کتاب وسنت کا نور ان علاقوں میں پہنچا۔

علم وعمل کا یہ سمندر اخلاق میں بھی انتہائی اعلیٰ تھا۔ آپ اپنے طلباء کے ساتھ ہنسی مذاق بھی کرتے اور ان کے ساتھ مناقشات بھی کرتے بغیر کسی غصہ یا ناپسندیدگی کے۔ کوئی یہ گمان نہ کرتا یہ علم کا وہ پہاڑ وسمندر ہے اور پھر اتنی تواضع اور طلاب کے ساتھ

ایسے جیسے دوست ایک دوست کے ساتھ ہوتا ہے۔

ایک اور امتیاز شیخ محترم کا محدثین کی وہ سنت جس کو خاص کر ہمارے ممالک میں ترک کر دیا گیا تھا اس کا احیا ہے میری مراد علوم دینیہ کی کتب کی قراءت اور سماع ہے۔ شیخ نے اس طریق محدثین کو زندہ کیا اور بے شمار اور لاتعداد علماء و مشائخ نے آپ پر مختلف علوم وفنون کی سینکڑوں کتب کی قراءت اور سماع کیا۔

فضیلۃ الشیخ المحدث عبداللہ بن عبدالرحمٰن السعد حفظہ اللہ [1] کے شاگرد شیخ احمد آل ابراہم العنقری لکھتے ہیں:

"وقد قرأت وسمعت عليه الكتب التسعة وأكثر من مائة كتاب قراءة عامة وخاصة"

[1] علم وحفظ کا پہاڑ، حدیث اور اس کے علوم کے امام، علم کے ساتھ ساتھ عمل میں بھی طلاب علم کے لئے نمونہ، علم کی وسعت کے باوجود انتہائی متواضع اور مہمان نواز نحسبه كذلك والله حسيبه، ریاض میں شیخ کے گھر میں ان سے ملاقات اور ان کے دروس صحیح بخاری میں شرکت کا موقع ملا مہمانوں کا انتہائی اکرام کرتے اور ہر علاقہ و ملک کے مہمان سے وہاں پر بسنے والے مسلمانوں اور اہل الحدیث کے متعلق دریافت کرتے اور ان کے لئے ڈھیر ساری دعائیں کرتے ۔۔۔آپ کی کتب تمام طلاب علم کے لئے عموماً اور طلاب حدیث کے لئے خصوصاً نہایت مفید ہیں ۔آپ کی مطبوعہ کتب میں (1) جامع الرسائل والمقدمات 5 جلدیں ، (۲)كيف تكون محدثا ۳ اجزاء (3)المفصل شرح الموقظة (4)المدخل الى جامع الترمذی وغیرہ شامل ہیں۔

آپ کا اتباع سنت کے متعلق ایک واقعہ یہاں ذکر کرنا انتہائی مناسب سمجھتا ہوں تا کہ ہم بھی اسی جذبے کے ساتھ اتباع سنت کی طرف راغب ہوں۔

آپ کے شاگرد الشیخ الدکتور علی الصیاح حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''میں نے کئی مرتبہ شیخ عبداللہ السعد حفظہ اللہ کی معیت میں حج کیا اور بارہا یہ مشاہدہ کیا کہ آپ عرفات کے دن زوال شمس سے لے کر غروب تک ہاتھوں کو بلند کر کے بہت اہتمام سے دعا کرتے اور سوائے کسی ضروری حاجت (جیسے پانی پینے یا قضائے حاجت) کے ہاتھوں کو نیچے نہ کرتے، اس زمانے میں آپ کے علاوہ کوئی دوسرا میں نہیں جانتا جو یہ عمل کرتا ہو۔''

عرفات میں دعا سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک کے لیے دیکھیے: سنن النسائی (۳۰۲۰) اور ابن خزیمۃ (۲۸۲۴) وغیرہ۔

آپ کے سب سے زیادہ قریب ترین اور کثیر الملازمہ شاگرد فضیلۃ الشیخ عبدالحمید رحمتی حفظہ اللہ جنہوں نے سفر وحضر میں اپنے شیخ اور والد کی تقریباً چالیس سال تک ملازمت کی اور ان کے علوم وفنون سے بہت سا حصہ حاصل کیا۔ ❶ طلباء واہل علم کی تشجیع کے لیے ذکر کرنا انتہائی مناسب ہے کہ شیخنا عبدالحمید حفظہ اللہ نے اکیلے جو کتب شیخ سے پڑھیں اور قراءت کیں ان کی تعداد کئی سو سے متجاوز ہے۔ چند ایک کے اسماء ذکر کرتا ہوں تاکہ طلباء کے لیے تشجیع وتحریص کا باعث ہوں اور وہ بھی مطالعہ اور قراءتِ کتب میں اس لگن کو اختیار کریں۔

(1-8): کتب ستة، موطا بروایة یحییٰ وبروایة محمد۔ یہ تمام کتب کئی کئی مرتبہ قراءت کیں۔

(9) سنن الدارمی (10) سنن الدار قطنی(11) مسند أبی یعلی (12) مسند الحمیدی (13) منتقٰی ابن الجارود (14) صحیح ابن خزیمة (15) الأدب المفرد (16) مشکاة المصابیح (17) شرح معانی الآثار (18) شمائل الترمذی (19) مسند أبی داود الطیالسی (20) المعجم الصغیر للطبرانی۔

ان کے علاوہ کتب کی ایک لمبی اور طویل فہرست ہے جس کو اختصار کے پیش نظر ترک کرنا پڑ رہا ہے۔

شیخ رحمہ اللہ کی تصانیف میں 3 کتب کا ذکر ملتا ہے جو آپ نے خود تصنیف کی تھیں جن میں سے ۲ مفقود ہیں: (1) الاربعون (2) تهافت الفقهاء

آپ کی تیسری کتاب (تحذیر المسلمین عن الحکم بغیر ما نزله

❶ اس طویل ملازمت، لگن، جستجو کے بعد اس شعر کے مصداق ٹھہرے:

أَخی لَن تَنالَ العِلمَ إِلّا بِسِتَّةٍ | سَأُنبیكَ عَن تَفصیلِها بِبَیانِ
ذَکاءٌ وَحِرصٌ وَاجتِهادٌ وَبُلغَةٌ | وَصُحبَةُ أُستاذٍ وَطولُ زَمانِ

رب العالمین) ہے یہ کتاب بھی بہت ہی نادر ہے اور چند ہی لوگوں کے پاس ہے کیونکہ یہ تقریباً آج سے 50 سال قبل شائع ہوئی ، بہت ہی عمدہ اور لاجواب کتاب ہے مجھے شیخنا عبدالحمید رحمتی حفظہ اللہ نے کافی اصرار کے بعد اس کا ایک نسخہ بڑی کوشش کے بعد تلاش کر کے دیا۔ جزاه الله خيرا ، اور میں ہمیشہ اس کو باحفاظت رکھتا تھا ، لیکن میری کچھ عرصے کی مکتبے سے دوری کے باعث ناجانے وہ کہاں کھو گیا کافی تلاش کے بعد بھی نہ مل سکا۔ إنا لله وإنا إليه راجعون ، اللهم أجرني في مصيبتي ، وأخلف لي خيرا منها۔

روایتی انداز سے ہٹ کر شیخنا غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ کی زندگی کے چند گوشوں پر سرسری سی روشنی ڈالی ہے اور ابھی بہت زیادہ تشنگی باقی ہے۔ ان شاء اللہ آپ کے متعلق مزید کچھ معلومات علماء کے تبصرے اور آپ کے ذاتی احوال کسی دسری قسط میں لکھوں گا۔

اللہ اس تحریر کو میرے اور طلاب علم کے تشجیع کا باعث بنائے اور ہمیں سستی اور کاہلی کو ترک کر کے اپنے اسلاف کے مثل علم سے محبت اور اس کے حصول کا جذبہ عطا فرمائے۔ آمین

اپنی بات کا اختتام شیخ رحمہ اللہ کی نصیحت سے کرتا ہوں جو آپ نے پہلی ہی ملاقات میں کی تھی اور اس کے بعد شیخ رحمہ اللہ کے متعلق ایک قصیدہ جو کہ میری طلب پر شیخ ابوصہیب حفظہ اللہ نے شیخ رحمہ اللہ کے متعلق لکھا، وہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے گا اور سب سے آخر میں شیخ رحمہ اللہ کے دیرینہ ساتھی اور دست راست جن کا شیخ کے ساتھ تعلق تقریباً بیالیس سال پر محیط ہے قائد اہل الحدیث الشیخ العلامہ ابوعمر عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ کے شیخ کی وفات کے بعد لکھے گئے تاثرات قارئین کی خدمت میں پیش کیے جائیں گے۔

"أوصی جميع المسلمين لاسيما وخصوصاً أهل

الحديث بأن يتفقوا على اتباع الكتاب والسنة وأن يعرضوا عن جميع ما كان سواء قول الله وقول الرسول صلى الله عليه وسلم وعليهم أن يتقوا الله وأن يكونوا متحدين على التوحيد والسنة هذا هو توصيتى لجميع المسلمين الله يوفقنى وإياهم لما يحبه ويرضى.“

بسم الله الرحمن الرحيم

مصباح السارى فى مدح الشيخ رحمتى❶:

نحمد ربَّ البِر والإحسان	ربا كريما منزلَ القرآن
ثم الصلاة على النبى محمدٍ	خير العباد وأكرم الإنسان
وعلى صحابته ومن يك بعدَهم	من تابعين لهم على الإحسان
من أهل علم فاقَ شأنُهمُ على	كل الورَى فى الوزن فى الميزان
لاسيما شيخًا أقول بفضله	شيخًا تقيًا فائقَ الأقران
شيخٌ غلام الله إن رُمتَ الهدى	زُرْه تجدْه صاحب الإتقان
دار القرآن يُديرُها بتفكر	وتدبرٍ فاعرفْ بحِبر زمان
حِبرٌ أتى من أرض قَندوز فَوَا	أهلا بشيخٍ صاحب البرهان
إن زرتَه مازرتَ إلا كوكبًا	أو معدِنَ الياقوت والمرجان
وهو الخليلُ لكلِّ صاحبِ سنة	وهو الحبيبُ لطالب الإيمان
ومبارزٌ ومناظرٌ ومجاهدٌ	ذاك النبيلُ الفائقُ الأقران

❶ للشیخ ابی صہیب محمد نبی حفظہ اللہ مجھے یاد پڑ رہا تھا کہ شیخ ابوصہیب صاحب نے شیخ غلام اللہ رحمتی رحمہ اللہ کے متعلق ایک قصیدہ لکھا ہے، میں نے شیخ سے درخواست کی کہ وہ قصیدہ بھیج دیں تا کہ میں اس کو مضمون میں شامل کردوں تو شیخ حفظہ اللہ نے اس جواب کے ساتھ یہ قصیدہ ارسال کیا: كرهت عدم الإجابة للأخ الفاضل فأخذت القلم وحررت شيئا قليلا .

ذاك الذكىُّ الألمعىُ اللَّوْزَعِىُ وهو رئيسُ العلم فى ذاالآن
من ذا يبارز فليقدِّمْ نفسه للشّيخ شيخ الدين والقرآن
كلّا وربّى ما استطاعَ له أحد كلّا ولو نُشِر له الثقلان
يَتِمَ العبادُ بموت شيخ فاضل صبرا على الآفات والآحزان

فضیلۃ الشیخ العلامۃ ابوعمر عبدالعزیز النورستانی حفظہ اللہ کے تاثرات ❶

الحمد لله العليم القدير والصلاة والسلام على البشير النذير، وعلى آله وصحبه ومن تبعهم إلى يوم النفير.أما بعد!

فقد رحل شيخنا الفقيد المبجل الشيخ غلام الله رحمتی رحمہ اللہ رحمة واسعة إلى رحمة ربه يوم الجمعة 16 جمادى الآخرة 1442 هجرى، الموافق 23 يناير 2021 ميلادى، فرحمه الله االشيخ الجليل وغفر له وأتم نعمته على الشيخ بصحبة النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقًا.

موت العالِم موت العالَم

فقدنا بفقده قائدًا عليماً عظيماً، وكان رحمہ اللہ مفسرًا محدثًا وفقيهًا فاضلًا بارعًا فى العلوم كلها، محاضرًا بليغًا ومناظرًا رفيعًا كأنه صخرة الوادى، وإذا نطق كأنه الجوزاء، وكنت معه فى مناظرته مع الشيخ حمدالله جان الداجوى الحنفى فأفحمه بكلمتين، وكان كنزاً لكل طالب علم قد حاز

❶ شیخ نورستانی حفظہ اللہ کے تاثرات کو عربی میں ہی شامل مضمون کیا گیا ہے کیونکہ جو چاشنی عربی زبان میں شیخ کی عبارات میں ہے اس کو اردو میں منتقل کرنے سے راقم الحروف قاصر ہے۔

العلوم، إذا تكلم فى العقائد كأنه أحمد بن حنبل، وإذا حدث كأنه بيهقى الوقت، وكان إذا يشرح الحديث كأنه حافظ الفتح، وإذا فسر كأن كتب التفاسير بين عينيه، وإذا خاض فى علوم الفقه كأنه ابن قدامة زمانه، وإذا تكلم فى النحو والصرف كأنه حافظ كتاب سيبويه والشافى ، وإذا ناظر كأنه ابن تيمية يسبق فى مضماره قد حاز علماً ماله من مساوٍ، قضى حياته فى نشر التوحيد والسنة والعقيدة السلفية وتقريض السنة والرد على البدع.

خَلَفَ رحمه الله ألوفا من البنين الذين يستفيدون من علومه الزخار يدعون له، وقد قال رسول الله ﷺ:"إذا مات الإنسان انقطع عمله إلا من ثلاث: صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعو له"، وكان رحمه الله سليم الطبع سريع الفىء بطىء الغضب ضحوكاً لا يضجر عنده أحد ولا يشبع من حلاوة كلامه، سامع، وكان مصداقاً لقول الشاعر:

ما كان قيس هلكه هلك واحد ولكنه بنيان قوم تهددا
أهكذا تخفى نوره الحفر ويفقد العلم لاعين ولا أثر

ابوعمر عبدالعزيز النورستانى
الجامعة الأثرية بشاور باكستان

بمقام

مرکز القدس اہلحدیث

مین بازار اعوان ٹاؤن
ملتان روڈ لاہور



25 شعبان سے 25 رمضان تک (ان شاء اللہ)

دورۂ حدیث و اصولِ حدیث

فریضۂ تدریس

محترم جناب **حافظ ندیم ظہیر** حفظہ اللہ صاحب

فضیلۃ الشیخ مولانا **حبیب الرحمن ہزاروی** حفظہ اللہ صاحب
مدرس جامعہ اہل حدیث حضرو

الشیخ مولانا ابو محمد **نصیر احمد کاشف** حفظہ اللہ صاحب
حضرو

خصوصیات

- مصطلح الحدیث کا مکمل دراسہ
- المنظومۃ البیقونیۃ
- تخریج الحدیث مع مکتبہ شاملہ کا طریقہ استعمال
- الجرح والتعدیل سے منتخب مباحث
- علم الرجال و دراسۃ الاسانید اور علل الحدیث پر خصوصی توجہ
- سنن ابن ماجہ (منتخب ابواب)

**محدود نشستوں پر داخلہ
ٹیسٹ کے بعد ہوگا**

برائے رابطہ:
0308-6747154
0300-8663828

چوہدری شہزاد کمبوہ۔ حاجی ذوالفقار۔ شفقت باری۔ محمد سرفراز

گرافک ڈیزائنر مصعب 0300-9409914